مُون ٹاگ

محمود، فاروق، فرزانہ

اور

انسپکٹر جمشید سیریز ۳۴۶

موٹالک

اشتیاق احمد

تو کیا ان حالات میں قانون کے تقاضے پورے کیے گئے۔ ہر شخص پکار اُٹھے گا، نہیں۔ اس کا مطلب صرف اور صرف یہ ہے کہ قانون کے محافظ خود قانون شکنی کرتے ہیں۔ جواب ملے گا، ہاں! بالکل کرتے ہیں۔ سوال یہ ہے کہ اس لاقانونیت کو ختم کیوں نہیں کیا جاتا۔ اس ملک کے باعزت شہریوں کو قانون کا تحفظ حاصل کیوں نہیں؟ اس سوال کا جواب کون دے گا۔ وہ پولیس اہلکار جو بے گناہ بچے کو پکڑ کر لے گئے۔ یا قانون بنانے والے ادارے۔ باعزت شہری جواب چاہتے ہیں۔ جواب۔

یکم فروری ۱۹۹۱ء

آج کا لفافہ

جمال آفریدی نے دفتر کی میز پر پڑے لفافے پر ایک نظر ڈالی اور پھر چپراسی سے پوچھا :

"یہ لفافہ کیسا ہے ؟"

"جی ! آج صبح سویرے ایک صاحب دے گئے تھے۔"

"اور تم نے بند لفافہ لے لیا ۔ کتنی بار سمجھایا ہے ، یہ دھماکوں کا دور ہے بے وقوف ۔ ہر چیز پہلے کھلوا کر دیکھ لیا کرو۔"

"سر ۔ وہ بہت جلدی میں تھے۔"

"دھماکے کرنے والے ہمیشہ جلدی میں رہ کر کام کرتے ہیں۔"

"یا اللہ رحم ۔ اب تو مجھے بھی اس لفافے سے ڈر لگنے لگا ہے۔"

"تمھاری سزا یہ ہے شرافت علی بیگ ۔ کہ اس لفافے کو باہر لے جاؤ ۔ گراؤنڈ میں ۔ اور وہاں جا کر اسے کھولو ، پھر جو کچھ اس میں سے نکلے ، وہ میرے پاس لاؤ۔"

" سر۔ شاید آپ نے دھیان نہیں دیا"۔ شرافت علی بیگ نے گھبرا کر کہا۔

" کیا مطلب۔ میں نے کس چیز پر دھیان نہیں دیا۔ تم جانتے ہو کہ میں کوئی بے دھیان آدمی نہیں ہوں اور پھر بھی تم نے یہ الفاظ کہے۔ شرافت علی بیگ۔ تمہیں اس کی بھی سزا ملے گی"۔

" جج۔ جی۔ میرا مطلب ہے۔ آپ نے اس لفافے پر لکھے یہ الفاظ نہیں پڑھے۔ ذاتی۔ اس لفافے کو صرف اور صرف جمال آفریدی صاحب کھولیں، ورنہ ان کی ناراضی مول لینا پڑے گی"۔ شرافت علی نے کہا۔

" تم فکر نہ کرو، میں اپنی ناراضی تمہارے ہاتھ نہیں بیچوں گا۔ اسے لے جاؤ"۔

" جج۔ جی۔ بہتر"۔

شرافت علی بیگ نے لفافہ اٹھایا اور باہر نکل گیا۔ جمال آفریدی نے اپنے بنگلے کے ایک حصے کو ہی اپنا دفتر بنا رکھا تھا، وہ بہت بڑے کاروباری آدمی تھے اور کامیاب ترین کاروباری بھی، جس کاروبار میں بھی انھوں نے ہاتھ ڈالا، ان کا سونا بنتا چلا گیا اور اس طرح وہ بہت جلد ملک کے سب سے بڑے کاروباری آدمی بن گئے۔ یوں تو ان کے دفتر میں بہت سے آدمی کام کرتے تھے، لیکن شرافت علی ان کا دفتر کا ہی

نہیں، گھریلو مُلازم بھی تھا اور خاندانی مُلازم بھی تھا، اس کے والد بھی اس گھرانے کے مُلازم تھے ۔

اس کے باہر جانے کے بعد وُہ ایک فائل میں اس طرح غرق ہوئے کہ چند منٹ کے لیے لفافے کا خیال تک ذہن سے نکل گیا ۔ اچانک شرافت علی اندر داخل ہوا :

" سر ۔ اس میں سے یہ تصویر اور یہ خط نکلا ہے ۔" اس کی آواز نے انہیں چونکا دیا ۔

پھر جُونہی ان کی نظر تصویر پر پڑی ۔ وہ زور سے اُچھلے اور چلّا اُٹھے :

" یہ کیا بدتمیزی ہے ۔"

" جی ! آپ نے مجھ سے کہا ۔" شرافت علی حیران رہ گیا، کیونکہ اس نے تو صرف حکم کی تعمیل کی تھی ۔

" نن ۔ نہیں ۔ تم سے نہیں ۔" اب ان کی آواز میں اُلجھن تھی ۔

انھوں نے جلدی سے خط اُٹھایا اور پڑھنے لگے ۔ اچانک ان کے منہ سے نکلا :

" کیا بکواس ہے یہ سب ؟"

اور پھر انھوں نے تصویر، خط اور لفافہ ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیا :

" یہ کیا ہے سر ؟"

"تم جاؤ — کسی دیوانے نے مذاق کیا ہے۔"

"دیوانے کا مذاق" شرافت علی بڑبڑایا —

"کیوں کیا ہوا"؟ انھوں نے اسے گھورا —

"دیوانے کا خواب سنا تھا نا سر — اس طرح دیوانے کا مذاق ذہن میں آ گیا۔"

"اب تم دماغ چاٹو گے۔"

"جی نہیں — میرا ایسا کوئی پروگرام نہیں۔"

"اچھا تم باہر جاؤ۔" انھوں نے جھلا کر کہا۔

وہ باہر نکل گیا — جمال آفریدی تھوڑی دیر کے لیے کسی سوچ میں گم ہو گئے اور پھر سر کو جھٹک کر انھوں نے فائل پر نظریں جما دیں — تھوڑی دیر کے بعد ان کے ذہن میں اس لفافے کا خیال تک نہیں رہ گیا —

○

دوسرے دن انھیں میز پر پھر ویسا ہی لفافہ نظر آیا لیکن آج لفافہ پھولا ہوا تھا:

"یہ کیا ہے ؟"

"وہی آدمی دے گیا ہے سر۔"

"اور تم نے لے لیا"۔ انھوں نے بھنّا کر کہا۔
"آپ نے یہ کب کہا تھا سر کہ اگر وہ آدمی پھر کوئی لفافہ دے تو نہ لینا۔ ہاں میں نے آپ کی ہدایت کے مطابق لفافے کو کھول کر دیکھ لیا تھا اور بس"۔
"اور اس میں کیا ہے؟
"آج کے لفافے میں ایک خط اور ایک وڈیو فلم ہے"۔
"اوہ!" ان کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا، پھر انھوں نے پہلے خط کھولا۔ اسے پڑھ کر ان کی پیشانی پر بل پڑ گئے۔ انھوں نے عجیب سی نظروں سے اس فلم کو دیکھا، پھر اسے ہاتھ میں پکڑ کر باہر نکل آئے۔ انھوں نے شرافت علی کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہ دیکھا۔ وہ حیران رہ گیا، اس حالت میں وہ اسے کبھی نظر نہیں آئے تھے۔

وہ بنگلے میں آئے۔ ٹی وی روم میں پہنچے اور کیسٹ وی سی آر میں لگا دی۔ دوسرے ہی لمحے فلم شروع ہو گئی۔ جوں جوں فلم چلتی گئی۔ ان کی آنکھیں حیرت اور خوف کی زیادتی سے باہر کو ابلتی گئیں۔ اور پھر ان کے منہ سے نکلا:
"اُف میرے مالک۔ یہ سب کیا ہے۔ یہ۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے۔ شاید۔ شاید میں خواب دیکھ رہا ہوں"۔ یہ کہتے ہوئے

انھوں نے اپنی اُنگلی دانتوں تلے چبا لی ۔ تکلیف نے ان کا مُنہ بنا دیا ۔ دوسرے ہی لمحے وہ کیسٹ اور خط سنبھالے دفتر کی طرف دوڑے ۔

شرافت علی انھیں اس حالت میں آتے دیکھ کر گھبرا گیا :

"وہ ۔ وہ ۔ کل میں نے خط، لفافہ اور تصویر ردّی کی ٹوکری میں ڈال دیے تھے نا"

"جی ہاں ! بالکل ڈال دیے تھے، اس میں کوئی شک نہیں"

"اور ۔ اور وہ تم نے باہر کوڑے کے ڈرم میں اُلٹ دی ہو گی"

"آپ کا مطلب ہے ۔ ردّی کی ٹوکری"

"ہاں" انھوں نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا ۔

"یہ تو میرا روز کا کام ہے سر"

"اوہ ۔ ہاں ۔ خیر ۔ اچھا" انھوں نے اکھڑے اکھڑے انداز میں کہا

"آپ بہت پریشان ہو گئے ہیں سر ۔ خیر یہ لیجیے" اس نے مسکرا کر کہا اور تینوں چیزیں میز کی نچلی دراز سے نکال کر ان کے سامنے کر دیں ۔

"ارے ! یہ کیا" انھوں نے وہ اس کے ہاتھ سے جھپٹ لیں

"میں نے سنبھال کر رکھ لی تھیں ۔ یہ چیز مجھے بھی حد درجے عجیب لگی تھی"

"تمہارا بہت بہت شکریہ شرافت علی — یہ لو ایک سَو روپیہ کا انعام" جمال آفریدی نے کہا۔

"اس کی ضرورت نہیں سر——آپ جانتے ہی ہیں — میں صِرف اپنی تنخواہ میں گزارا کرنے کا عادی ہُوں"۔

"بھئی یہ انعام ہے" وُہ جھلّا اُٹھے۔

"انعام میری عادت خراب کر دے گا سر۔ پھر میں ہمیشہ انعام حاصل کرنے کے لالچ میں پڑ جاؤں گا"

"اوہ! تم — تم بہت دُور اندیش ہو شرافت علی۔ مجھے بہت افسوس ہے" وُہ بولے —

"جی! کیا مطلب — آپ کو اس بات پر بہت افسوس ہے کہ میں بہت دُور اندیش ہوں" شرافت علی حیران رہ گیا۔

"نہیں! افسوس اس بات پر ہے کہ میں نے یہ بات پہلی بار محسوس کی ہے"۔

"اب آپ مجھے شرمندہ تو نہ کریں"۔

"اچھا! میں ایک ضروری کام سے جا رہا ہوں — شاید ایک گھنٹے تک واپسی ہو گی"۔

"جی بہتر"۔

جمال آفریدی باہر نکل کر اپنی رولز رائس میں بیٹھے اور چلے گئے — عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی — آج جمال آفریدی

کے نائب نہیں آتے تھے ، لہٰذا اسے ہی فون کا ریسیور اُٹھانا پڑا:
"شرافت علی بیگ بول رہا ہوں"
"جمال آفریدی صاحب سے بات کرائیں" دُوسری طرف سے بارُعب لہجے میں کہا گیا۔
"وُہ ابھی ابھی کہیں گئے ہیں"
"وُہ وڈیو کیسٹ ، تصویر اور خط لے کر؟" دُوسری طرف سے پُوچھا گیا۔
"آپ کون صاحب بول رہے ہیں"؟ اس نے حیران ہو کر کہا۔
"کالا چور! تم میری بات کا جواب دو"
"معاف کیجیے گا جناب! میں کسی کالے چور کی بات کا جواب نہیں دے سکتا"
"تم کیا۔ تمہارا تو باس میری بات کا جواب دے گا، بلکہ اس کے فرشتے دیں گے"
"تو پھر جواب ان سے ہی لے لیں"
"لگتا ہے، تمہارا بھی بندوبست کرنا پڑے گا" دُوسری طرف سے کہا گیا۔
"تت۔ تو کیا آپ نے جمال صاحب کا کوئی بندوبست کیا ہے"؟ اس نے حیران ہو کر پوچھا۔
"ہاں! ایسا کہ وُہ اب تگنی کا ناچ ناچتا نظر آئے گا"

"آپ چاہتے کیا ہیں؟ یہ بھی تو بتائیے۔"

"بہت جلد بتاؤں گا، لیکن تمھیں نہیں۔ تمھارے باس کو۔" اس نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"یا اللہ رحم۔" اس نے گھبرا کر کہا اور پھر ریسیور رکھ دیا، کچھ دیر بعد گھنٹی پھر بجی، ریسیور اُٹھایا تو دُوسری طرف سے جمال آفریدی بول رہے تھے:

"شرافت علی بیگ۔ میرے یہاں سے روانہ ہونے کے بعد کوئی فون تو نہیں آیا؟"

"جی! آپ کے جانے کے فوراً بعد آیا تھا۔"

"کس کا فون تھا؟"

"اس نے نام نہیں بتایا، البتہ وہ وڈیو فلم، خط اور تصویر کا ذکر کر رہا تھا کہ آپ یہ چیزیں لے کر کہیں گئے ہیں۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔ بس یہی معلوم کرنا تھا۔ اب اگر اس کا فون آئے تو تم تین کا ہندسہ ڈائل کر دینا۔ سمجھ گئے۔"

"یس سر۔ آپ نے اپنا نمبر ایکس چینج میں لکھوا دیا ہے۔ تاکہ اس آدمی کا سُراغ لگایا جا سکے جو یہ سب کچھ کر رہا ہے۔"

ہاں ٹھیک ہے۔" یہ کہ کر جمال آفریدی نے ریسیور رکھ دیا۔ پتا نہیں، کیا چکر چل گیا ہے بیٹھے بٹھائے۔ اوہو۔ مجھے تو بیگم صاحبہ کے پاس جانا تھا۔ انھیں بازار سے نہ جانے کیا کیا چیزیں

منگوانا ہوں۔"

وہ دفتر سے نکل کر بنگلے کے رہائشی حصے کی طرف آیا۔ بیگم صاحبہ پتھر کا بُت بنی نظر آئیں:

"خیر تو ہے بیگم صاحبہ؟"

"ہُوں!" وہ زور سے چونکیں، پھر انھوں نے خالی آنکھوں سے اس کی طرف دیکھا۔

"کیا ہوا بیگم صاحبہ؟"

"تم کس لیے آئے ہو؟"

"آپ کو کچھ چیزیں منگوانا تھیں۔"

"اس وقت میرا ذہن کام نہیں کر رہا۔ ٹھہر کر آنا۔"

"آخر ہوا کیا ہے؟"

"شرافت علی بیگ، شاید ہمارے گھر پر بُرا وقت آنے والا ہے۔"

"آخر ہوا کیا ہے؟" اس نے حیران ہو کر کہا۔

"تمھارے صاحب کہاں ہیں، انھیں بُلا کر لے آؤ۔"

"وہ دفتر میں نہیں ہیں۔ ایک گھنٹے تک آئیں گے۔"

"اوہ! ایک گھنٹے تک۔ ایک گھنٹے تک تو شاید میرا ہارٹ فیل ہو جائے گا۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔ کاش آپ مجھے بھی بتا دیں کہ معاملہ کیا ہے۔"

"کسی نے۔ کسی نے مجھے فون کیا ہے۔ اس نے ایک بہت ہی عجیب بات کہی ہے، بہت خوف ناک بات۔ لیکن میں اس کی بات پر یقین نہیں کر سکتی؛ تاہم اس نے ایک اور خوف ناک بات بتائی ہے۔"

"اور وہ کیا؟"

"اس نے تمھارے صاحب پر ایک اتنا بڑا الزام لگایا ہے کہ میں بتا نہیں سکتی، لیکن اس سے بھی خوف ناک بات اس نے یہ بتائی ہے کہ وہ اپنی بات کے درست ہونے کا ایک ثبوت کل بھیج چکا ہے اور دوسرا ثبوت آج۔"

"کیا!!!" شرافت علی بیگ چلّا اُٹھا۔

اس نے ردّی کی ٹوکری سے وہ خط، لفافہ اور تصویر نکال ضرور لیے تھے، لیکن ان کی طرف آنکھ اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا تھا۔

عجیب بات

انسپکٹر جمشید نے انھیں حیرت بھری نظروں سے دیکھا ، وہ انھیں بہت اچھی طرح جانتے تھے ، ان کے بارے میں اچھا خیال رکھتے تھے ، لیکن اس وقت ان کے چہرے پر ہوائیاں اُڑ رہی تھیں :

" آپ ضرورت سے کچھ زیادہ پریشان ہیں جمال آفریدی صاحب "

" اور میرا خیال ہے ، مجھے اس سے بھی زیادہ پریشان ہونا چاہیے "

" جلدی بتائیں ! بات کیا ہے ؟ "

" میں نے کوئی جرم نہیں کیا ، نہ میں کبھی جرائم پیشہ رہا ہوں ، لیکن جو کچھ میں نے دیکھا ہے ۔ اسے دیکھنے کے بعد دنیا کا کوئی انسان مجھے بے گناہ نہیں کہ سکتا ۔ یہاں تک کہ میں خود بھی "

" آپ کی بات میری سمجھ میں نہیں آئی " انھوں نے پریشان ہو کر کہا ۔

" بات اس طرح سمجھ میں آ بھی نہیں سکتی "

" خیر ۔ آپ وضاحت کریں "

"یہ ملاحظہ فرمائیے ۔ ایک خط"۔ انھوں نے پہلے دن ملنے والا خط ان کے سامنے رکھ دیا ، اس پر لکھا تھا :

"آپ کے بھیانک جرائم کا ثبوت حاصل کر لیا گیا ہے ، اب یہ فیصلہ کرنا آپ کا کام ہے کہ آپ خود کو قانون کے حوالے کرنا پسند کرتے ہیں یا ہمارا مطالبہ ماننا ۔ فی الحال ایک تصویر دیکھ لیں ۔ کل ہم اس سے بھی دو ہاتھ آگے ثبوت پیش کریں گے"۔

"تصویر بھی دکھائیں"۔ انسپکٹر جمشید نے فکرمندانہ لہجے میں کہا ۔

جمال آفریدی نے تصویر ان کے سامنے رکھ دی ۔ انسپکٹر جمشید تصویر دیکھ کر بُری طرح چونکے :

"یہ ۔ یہ کیا ۔ آپ تو اس تصویر میں دُنیا کے سب سے بڑے سمگلر مون ٹاک کے ساتھ کھانا کھا رہے ہیں"۔

"جی ہاں ؛ لیکن حقیقت یہ ہے کہ میں نے اپنی زندگی میں کبھی اس شخص کو دیکھا تک نہیں"۔ جمال آفریدی بولے ۔

"تصویر دیکھنے کے بعد آپ نے فوری طور پر کیا محسوس کیا؟"

"شدید گھبراہٹ ۔ ایک زبردست دھکا لگا تھا مجھے ۔ لیکن پھر میں نے فوراً یہ خیال قائم کر لیا کہ یہ کیمرے کے ذریعے کی گئی زبردست قسم کی چالاکی ہے ۔ جسے عام الفاظ میں ٹیمپرہ ٹرک کہتے ہیں"۔

" میں نے بھی یہی رائے قائم کی ہے ، پھر آپ اتنے پریشان کیوں ہیں ، ایک ماہر کیمرہ مین اس قسم کی تصاویر آسانی سے بنا سکتا ہے "۔

" بات اگر یہیں تک ہوتی تو میں کبھی آپ کے پاس نہ آتا ، لیکن اب دیکھیے ۔ دُوسرے دن یہ خط ملا ہے "۔ انھوں نے بتایا اور خط ان کے سامنے رکھ دیا ، انھوں نے پڑھا ، لکھا تھا :

" کل والی تصویر دیکھ کر آپ نے ضرور یہ خیال کیا ہو گا کہ یہ کیمرہ ٹرک ہے اور اس چیز کو غلط ثابت کرنا کچھ مشکل کام نہیں ہوگا ، لیکن آج ہم جو ثبوت پیش کر رہے ہیں ، اسے دُنیا کی کوئی عدالت غلط ثابت نہیں کر سکتی ۔ اس وڈیو کیسٹ کو ذرا غور سے دیکھیے گا ، ہم آپ کا فیصلہ سُننے کے لیے بے چین ہیں ۔ آپ خود کو قانون کے حوالے کرنا پسند کریں گے یا ہمارا مطالبہ ماننا "۔

" اور وُہ ثبوت کہاں ہے "؟

" یہ رہی کیسٹ "۔

" کیا آپ اسے دیکھ چکے ہیں ؟ "

" جی ہاں ! دیکھ لینے کے بعد یہاں آیا ہُوں "۔

انسپکٹر جمشید کیسٹ لے کر دوسرے کمرے میں گئے اور اسے وی سی آر میں لگا کر فلم دیکھنے لگے۔ ان کی حیرت اور خوف میں ہر لمحے اضافہ ہونے لگا۔ فلم کے سین میں جمال آفریدی اور مون ٹاک کھانے کی میز پر بیٹھے کھانا کھا رہے تھے اور باتیں بھی کر رہے تھے اور ان کی باتیں سمگلنگ کے بارے میں تھیں۔ یعنی اس بار مال کون کون سی تاریخ کو پہنچے گا۔ اور ادائیگی کی کیا کیا صورت ہوگی۔ فلم کا سین ختم ہوگیا، وہ کیسٹ نکال کر پھر بیرونی کمرے میں آ گئے۔ ان کا چہرہ اُترا ہوا تھا۔ انھوں نے جمال آفریدی سے کچھ نہ کہا، اکرام کی طرف دیکھا اور بولے:

"اکرام۔ جمال آفریدی صاحب کو گرفتار کر لو۔"

"مجھے کوئی اعتراض نہیں۔ میں جانتا تھا۔ آپ یہی کریں گے۔" انھوں نے زرد پڑتے ہوئے کہا۔

"آپ کے پاس اپنی صفائی میں کہنے کے لیے کچھ بھی تو نہیں ہے۔"

"جی ہاں: اسی لیے میں سیدھا آپ کے پاس آیا ہوں۔ میرا یہ یقین ہے کہ اس سلسلے میں اگر آپ کچھ کریں تو ہو سکتا ہے ورنہ دُنیا کا کوئی آدمی مجھے بے گناہ ثابت نہیں کر سکتا۔"

"اب تو میرا خیال بھی یہی ہے کہ آپ بے گناہ نہیں ہیں،

آپ کے موں ٹاک سے تعلقات ہیں اور آپ سمگلنگ کا دھندا کرتے ہیں۔"

"اگر آپ نے بھی یہ سمجھ لیا ہے تو پھر میرے بچنے کے امکانات نہیں رہے، افسوس! میں تو بہت اُمید لے کر یہاں آیا تھا۔"

"آخر کیوں! آپ یہ بھی تو بتائیے۔ اس فلم کی موجودگی میں آپ کیا کہہ سکتے ہیں۔"

"فلم کی موجودگی میں مَیں صرف اور صرف یہ کہہ سکتا ہوں کہ میں نے زندگی میں کبھی موں ٹاک کو دیکھا تک نہیں۔"

"اس بات کو درست کون مانے گا؟"

"کوئی نہیں! یہی تو میں کہہ رہا ہوں کہ دُنیا میں کوئی نہیں مانے گا، لیکن اگر آپ مان لیتے تو میرا کام آسان تھا۔"

"آخر میں یہ بات کس طرح مان لوں کہ آپ کا موں ٹاک سے کوئی تعلق نہیں رہا، جب کہ میں یہ کیسٹ دیکھ چکا ہوں۔"

"ہاں! اس سوال کا جواب میں آپ کو ضرور دوں گا۔ اور آپ ضرور حیرت زدہ رہ جائیں گے۔"

"یہ کوشش ضرور کرنی چاہیے۔" وہ پہلی بار دھیمے سے مسکرائے۔

"تو پھر سُنیے، میری ایک عادت ہے، آج کی نہیں۔ سالہاسال کی۔ میں اپنی مصروفیات کو اپنی ڈائری میں نوٹ کرتا رہتا ہوں، آپ ان ڈائریوں کو چیک کر سکتے ہیں؟

"یہ تو بہت لمبا کام ہو گا اور پھر اس کا کوئی فائدہ بھی تو نہیں۔ اگر آپ سمگلر ہیں اور آپ کے مون ٹاک سے تعلقات ہیں اور اس سے آپ کی ملاقات بھی ہوتی رہتی تھی تو پھر آپ نے ملاقات کے ان لمحات کا ذکر اپنی ڈائری میں ہرگز نہیں کیا ہو گا۔ ان اوقات میں اپنی مصروفیات کچھ اور درج کی ہوں گی۔ لہٰذا یہ کوئی ثبوت نہ ہوا۔ کوئی اور بات کریں۔" انھوں نے نفی میں سر ہلایا۔

"میں اس پر غور کروں گا۔ ہو سکتا ہے، کوئی ایسی بات یاد آ جائے۔"

"ٹھیک ہے۔ اب آپ کو حوالات میں رہنا ہو گا۔"

"اور مجرم لوگ جو میرے گھر سے رابطہ قائم کریں گے۔ آخر ان کا بھی تو کچھ ہونا چاہیے۔ اور یہ بھی معلوم کرنا چاہیے کہ وہ کیا چاہتے ہیں۔ ارے ہاں! ایک بات اور۔ اگر میں سمگلر ہوں۔ تو میرے تعلقات صرف مون ٹاک سے تو نہیں رہے ہوں گے۔ اس قسم کے کاروبار کرنے والے نہ جانے کتنے لوگ ہوں گے۔ جن سے میرے تعلقات ہوں گے۔"

"ہاں واقعی! آپ کی اس بات میں وزن ہے اور میں یہ چھان بین ضرور کروں گا۔ یہ ثبوت بھیجنے والوں کی طرف سے جو مطالبہ کیا جائے گا، اسے میں خود دیکھ لوں گا۔"

"کیا ایسا نہیں ہو سکتا کہ آپ مجھے گرفتار نہ کریں۔ میرے گھر میں مجھے نظر بند کر دیں ۔ ہو سکتا ہے ، اس طرح کوئی بہتری کی صورت نکل آئے ۔ اس بات کا ثبوت صرف اور صرف ان لوگوں سے مل سکتا ہے جو مجھے بلیک میل کرنا چاہتے ہیں، یہ وُہی بتا سکتے ہیں کہ یہ فلم انھوں نے کس طرح بنا لی۔"

انسپکٹر جمشید ان کی یہ بات سن کر کوئی جواب نہ دے سکے ، سوچ میں ڈوب گئے ۔ نہ جانے کیا بات تھی ۔ جمال آفریدی کی پیش کردہ تجویز میں انھیں کوئی حرج نظر نہیں آ رہا تھا ، آخر وُہ بولے :

"ٹھیک ہے ۔ آپ یہاں سے سیدھے گھر جائیں ۔ محمود، فاروق اور فرزانہ ایک آپ میں وہاں بہت جلد پہنچ جائیں گے اور تمام حالات کو چیک کریں گے۔"

"یہ جان کر مجھے بہت اطمینان ہوا ہے۔"

"آپ ہرگز یہ خیال نہ کریں کہ میں آپ کو بے گناہ خیال کر بیٹھا ہوں ۔ میری نظروں میں آپ مجرم ہیں ، لیکن میں جاننا چاہتا ہوں ، اس معاملے کی تہ میں آخر کیا ہے۔"

"چلیے یُونہی سہی۔" انھوں نے پریشان ہو کر کہا اور اُٹھ کر کھڑے ہو گئے :

"کیا میں جا سکتا ہوں ؟"

" جیسا کہ میں پہلے کہہ چکا ہوں۔ آپ بالکل سیدھے گھر جائیں گے۔ درمیان میں کہیں نہیں رکیں گے۔"

"بہت بہتر!" انھوں نے کہا۔ اُٹھ کر ان سے ہاتھ ملایا اور باہر نکل گئے۔

"اکرام۔ میں چاہتا ہوں۔ یہ کیسٹ ذرا تم بھی دیکھ آؤ۔"

"او کے سر۔" اس نے کہا اور کیسٹ اٹھا کر اندرونی کمرے میں چلا گیا۔ فلم دیکھ کر لوٹا تو اس کے چہرے پر حیرت ہی حیرت نظر آ رہی تھی۔

"کیا خیال ہے بھئی؟"

"اس کیسٹ کی موجودگی میں تو جمال آفریدی پکے مجرم ہیں سر۔"

"ہاں! اس کے سوا کیا کہا جا سکتا ہے۔ لیکن خیر۔ جو وہ کہتے ہیں۔ اس پہلو سے بھی معاملے کو دیکھ لیتے ہیں۔"

"میں تو حیران اس پر ہوں کہ آخر وہ اس فلم کی موجودگی میں خود کو بے گناہ کہہ رہے ہیں۔"

"فرض کر لو اکرام کہ وہ بے گناہ ہیں، پھر تو انھیں یہی کچھ کہنا چاہیے۔ جو وہ کہہ رہے ہیں۔"

"لیکن سر۔ یہ ہو کیسے سکتا ہے، سوال تو یہ ہے۔"

"اس سوال کا جواب فی الحال میرے پاس نہیں ہے بھئی، بہرحال اگر وہ مجرم ہیں۔ تو بچ نہیں سکیں گے۔" یہ کہتے ہوئے

وہ کھڑے ہوئے ۔

اچانک انھیں ایک خیال آیا۔ انھوں نے جلدی جلدی دونوں خطوں کی تحریر کو غور سے دیکھا، تحریر ایک ہی آدمی کی تھی۔ لفافوں پر نام پتا بھی اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا تھا ۔ ایک بار پھر وہ اندرونی کمرے میں گئے اور فلم کو ایک بار پھر دیکھنے لگے ۔ اس بار انھوں نے اسے بار بار چلا کر دیکھا۔ اور جب وہ کمرے سے نکلے تو ان کے چہرے پر عجیب سے تاثرات تھے ۔

"اکرام! تم اس فلم کو ایک بار پھر دیکھ کر آؤ اور مجھے بتاؤ، اس میں عجیب ترین بات کیا ہے ؟"

"عجیب ترین بات" اکرام پریشان ہو گیا۔

"ہاں ! عجیب ترین بات" وہ مسکرائے ۔

"جی بہتر" اس نے کہا اور کیسٹ اٹھا کر چلا گیا۔ اس نے بہت غور سے فلم کو دیکھا، پھر باہر آ گیا۔

"ہاں، کیا دیکھا ؟"

"جس ہوٹل کی میز پر بیٹھے یہ دونوں کھانا کھا رہے ہیں، وہ میز خاص انداز کی ہے ؟"

"بہت خوب ! یہی چیز میں نے نوٹ کی ہے ۔"

"لیکن سر۔ اتنی سی بات سے بھلا آپ کیا معلوم کرلیں گے ؟

"جمال آفریدی صاحب چھوٹے موٹے ہوٹلوں میں تو کھانا کھا نہیں سکتے۔ ٹھیک ہے نا؟"

"جی بالکل!"

"تو پھر اس شہر میں اس ہوٹل کو تلاش کرنا مشکل نہیں ہوگا۔ تم پنسل سے اس میز کا ڈیزائن بناؤ اور ہوٹل کی تلاش میں نکل جاؤ۔"

"ہوٹل کی تلاش" اکرام بڑبڑایا۔

"ہاں! یہ کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے" وہ مسکرائے۔

اکرام بھی ہنس دیا اور پھر اپنی مہم پر نکل گیا۔ تین گھنٹے کے بعد اس کی واپسی ہوئی:

"سر! اس قسم کی میزیں ہوٹل کانگو کی ہیں، لیکن فلم میں منظر ہوٹل کانگو کے ہال کا نہیں ہے۔ ہو سکتا ہے۔ یہ ہوٹل کسی دوسرے ملک کا ہو"

"یہی میں تمہارے منہ سے سننا چاہتا تھا۔ اب تم جمال آفریدی کی ملک سے باہر مصروفیات کی تفصیلات جمع کرو۔ ہم معلوم کرنا چاہتے ہیں۔ جب وہ ملک سے باہر جاتے ہیں تو کون سے ملک کے کون سے شہر اور کون سے ہوٹل میں ٹھہرتے ہیں۔"

او کے سر۔ یہ معلوم کرنا میرا کام۔ بہت جلد رپورٹ آپ کی خدمت میں پیش کر دوں گا۔"

"اور میں آج اس وقت تک اُٹھ کر نہیں جاؤں گا۔ جب تک کہ یہ تفصیل تم نہ لے آؤ۔"

"اوہ! لیکن سر۔ مجھے زیادہ وقت بھی تو لگ سکتا ہے۔"

"کوئی بات نہیں۔ مجھے بھی کوئی جلدی نہیں ہے گھر جانے کی۔" انھوں نے کہا۔

اکرام اسی وقت دفتر سے نکل گیا۔ انسپکٹر جمشید ایک فائل میں گم ہو گئے۔ انھیں احساس بھی نہ ہو سکا، کب دن غروب ہو گیا۔ فون کی گھنٹی نے انھیں چونکا دیا تھا۔ انھوں نے ریسیور اٹھایا، دوسری طرف اکرام تھا:

"سر! ایک اور حیرت انگیز بات معلوم ہوئی ہے۔"

"وہ کیا بھئی؟" وہ آگے کو جھک گئے۔

"جمال آفریدی مُلک سے باہر جن جن مُلکوں میں جاتے رہتے ہیں۔ وہاں ایک ہی نام کے ہوٹلوں میں ٹھہرتے رہے ہیں۔ کہنے کا مطلب یہ ہے سر کہ ہوٹل کانگو قریب ہر مُلک کے دارالحکومت میں ہے۔ جمال آفریدی صرف اور صرف کانگو ہوٹلز میں ٹھہرتے رہے ہیں۔ بلکہ ان کے لیے ہر ہوٹل کا کمرہ نمبر گیارہ بُک ہے اور سارا سال بُک رہتا ہے۔ یہ جب چاہیں کسی بھی کانگو ہوٹل کے کمرہ نمبر گیارہ میں جا کر قیام کر سکتے ہیں۔ انھیں نہ ہوٹل کی انتظامیہ سے بات کرنے کی ضرورت

اور نہ کوئی اطلاع دینے کی۔"
"ہوں! لیکن اس بات سے ہمیں کیا فائدہ ہو سکتا ہے؟"
انسپکٹر جمشید بولے۔
"میں اس ہوٹل کے بارے میں معلومات حاصل کرنے کے لیے ان کی یہاں کی شاخ میں آیا تھا اور یہ فون میں یہیں سے کر رہا ہوں۔"
"بہت خوب، آگے کہو۔"
"یہاں کے ہوٹل کا کمرہ نمبر گیارہ بھی ان کے نام بک ہے۔ جب کہ یہاں ان کا اپنا دفتر ہے، گھر ہے۔ ہوٹل کے بیروں سے پوچھنے پر معلوم ہوا کہ وہ مہینے میں کئی راتیں ہوٹل کے کمرے میں گزارتے ہیں۔ اور یہ ایک حد درجے عجیب بات ہے۔"
"ہاں واقعی! یہ بات عجیب ہے اور ہم اس سلسلے میں ان سے سوالات کریں گے۔ مطلب یہ کہ جمال آفریدی کافی پُراسرار زندگی گزار رہے ہیں۔"
"جی ہاں! اس میں کوئی شک نہیں۔ اب تو میں یہ بھی محسوس کر رہا ہوں کہ ہم نے انھیں گھر جانے کی اجازت دے کر ٹھیک نہیں کیا۔ انھیں گرفتار بھی کرنا چاہیے تھا۔"
"اس کی تم فکر نہ کرو۔ اگر انھوں نے فرار ہونے کی کوشش کی تو ان کی کوشش ناکام بنا دی جائے گی۔"

"تو کیا۔ ان کے گھر کی نگرانی ہو رہی ہے؟"

"نہیں، میں نے اس کی ضرورت نہیں محسوس کی تھی، لیکن ہم ابھی ایرپورٹ کے حکام کو فون کر دیتے ہیں، خشک اور تر راستوں کی بھی نگرانی شروع کرا دیتے ہیں۔"

"یہ ٹھیک رہے گا، لیکن سر میں ایک اور عجیب بات آپ کو بتانا چاہتا ہوں۔ بلکہ یہ کہنا چاہیے کہ ایک اور چیز دکھانا چاہتا ہوں۔ بہتر ہوگا کہ آپ ہوٹل کانگو میں ہی آ جائیں۔"

"اچھی بات ہے، میں آ رہا ہوں، لیکن نہیں، پہلے میں فون کر دوں گا، اس کے بعد روانہ ہوں گا۔"

"ٹھیک ہے سر۔"

انھوں نے جلدی جلدی چاروں طرف فون کیے، پھر جیپ میں ہوٹل کانگو کی طرف روانہ ہو گئے۔ اکرام انھیں باہر ہی مل گیا:

"یہاں سب خیریت تو ہے نا؟"

"جی ہاں بالکل۔ آئیے۔"

جونہی وہ ہال میں داخل ہوئے، انسپکٹر جمشید کی آنکھیں حیرت سے پھیلتی چلی گئیں۔

آسان شکار

"پانچ بج کر ایک منٹ ہو چکا ہے ــ دروازے کی گھنٹی نہیں بجی"۔ محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"ہو سکتا ہے، تمھاری گھڑی آگے ہو"۔ فاروق مسکرایا۔

"کیوں ــ کیا تمھاری گھڑی میں پانچ بج کر ایک منٹ نہیں ہوا ابھی؟"

"بالکل ایسا ہی ہے"۔ فاروق بولا۔

"تو پھر ــ تم نے یہ کیوں کہا"۔

"میں نے سوچا، شاید تینوں کی گھڑیاں خراب ہوں"۔

"اے! تم میری گھڑی خراب ہونے کے بارے میں نہیں سوچ سکتے"۔ فرزانہ نے منہ بنایا۔

"گویا تینوں کی گھڑیاں پانچ بج کر ایک منٹ کا اعلان کر رہی ہیں"۔

"تینوں کی نہیں، چاروں کی"۔ بیگم جمشید نے باورچی خانے

سے نکلتے ہوئے کہا۔

"میں فون کرتا ہوں"۔ محمود نے کہا اور دفتر کے نمبر ملانے لگا، ادھر سے محمد حسین آزاد کی آواز سنائی دی:

"اوہو! آپ ہیں"۔ اس نے کہا۔

"ابا جان اور انکل اکرام نہیں ہیں شاید"۔

"ہاں! تھوڑی دیر پہلے اکرام صاحب کہیں گئے تھے، پھر انسپکٹر صاحب بھی چلے گئے"۔

"اور یہ پتا نہیں کہ کہاں گئے ہیں"۔

"جی نہیں"۔ اس نے کہا۔

"اچھا خیر"۔ یہ کہ کر محمود نے ریسیور رکھ دیا۔

"وہ دفتر سے گھر کے لیے روانہ ہوئے ہی نہیں تو یہاں آئیں گے کیسے"۔

"تب تو انتظار بے کار ہے۔ ہم چائے پی سکتے ہیں"۔ انھوں نے چائے کی طرف ہاتھ بڑھائے ہی تھے کہ دروازے کی گھنٹی بجی:

"انداز غیر مانوس ہے۔ کوئی شخص بھی ہو سکتا ہے۔ لہٰذا تم ہوشیار رہو"۔ یہ کہ کر محمود دروازے پر آیا اور چٹخنی گرا دی، باہر ایک اجنبی تھا۔

"انسپکٹر جمشید سے ملنا چاہتا ہوں"۔ اس نے سخت لہجے

میں کہا ۔
" وہ دفتر سے گھر نہیں آئے"۔
" اوہ ! یہ تو بہت بُرا ہوا"۔
" یہ بات آپ کہہ سکتے ہیں، ہم نہیں"۔ محمود نے منہ بنایا۔
" خیر ! میں انتظار کر لیتا ہوں"۔
" میں ڈرائنگ روم کا دروازہ کھولتا ہوں، آپ کا نام کیا ہے؟"
" ادریس بخاری"۔
" کس سلسلے میں ملنا چاہتے ہیں؟"
" میں ایک سلسلے میں بہت پریشان ہوں، شاید وُہ میری کچھ مدد کر سکیں"۔
محمود اسے ڈرائنگ روم میں لے آیا :
" وُہ ابھی تک نہیں لوٹے، دفتر سے گھر کی طرف روانہ ہی نہیں ہوئے، کہیں اور چلے گئے ہیں، اب ہم کہہ نہیں سکتے کہ ان کی واپسی کب ہو، آپ شوق سے انتظار کر سکتے ہیں، لیکن آپ کا انتظار بہت لمبا بھی ہو سکتا ہے، دوسری صورت آپ کے لیے یہ ہو سکتی ہے کہ آپ اپنا معاملہ ہمیں بتا دیں، شاید ہم آپ کے کام آ جائیں"۔
" چلیے یونہی سہی ۔ میں آپ کے بارے میں بھی تو سب کچھ جانتا ہوں"۔

"ایک منٹ! میں باقی دو کو بھی بلا لوں۔" یہ کہہ کر محمود نے انھیں آواز دی:

"تم بھی یہیں آ جاؤ بھئی۔"

تینوں ادریس بخاری کے سامنے بیٹھ گئے۔

"میں ایک چھوٹا سا کاروباری آدمی ہوں، کبھی کوئی الجھن مول نہیں لیتا، کوئی غلط کام نہیں کرتا، نہ بہت دولت مند بننے کی خواہش رکھتا ہوں، جیسا کہ آج کل لوگ راتوں رات مال دار بننے کے خواب دیکھتے رہتے ہیں۔"

"ہاں! یہ بات تو ہے۔" محمود نے سر ہلایا۔

"گزر بسر اچھی طرح ہو رہی ہے۔ گھر میں بیوی ہے، بچے ہیں۔ ہم دوسروں کے کسی معاملے میں بھی کبھی ٹانگ نہیں اڑاتے، پڑوسیوں سے بھی ہمارے بہت خوش گوار تعلقات ہیں، ان میں سے کسی کو ہم سے کوئی شکایت نہیں۔" یہ کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

تینوں کے چہروں پر اکتاہٹ کے آثار نمودار ہو چلے تھے۔ آخر محمود نے کہا:

"اصل بات بتائیں۔"

"اصل بات یہی ہے کہ ان حالات میں اگر کوئی مجھے پریشان کرنے کی کوشش کرے تو یہ بات عجیب ہو گی یا نہیں؟"

"بالکل ہو گی، لیکن پریشانی کیا ہے؟" فاروق نے منہ بنایا۔
"مجھے ہر روز ایک گمنام خط ملتا ہے ۔ یہ کہ میں یہ گھر چھوڑ دوں ۔ صرف گھر نہیں، یہ شہر چھوڑ دوں، اگر میں نے ایسا نہ کیا تو تباہ و برباد ہو جاؤں گا۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔

"ہے نا عجیب بات ۔ آخر کسی کو اس کی کیا ضرورت ہے کہ میں یہاں نہ رہوں، اس شہر سے، اپنے گھر سے جسے میں نے بہت محنت کے بعد بنوایا ہے ۔ میں نے اس شہر کی سڑکوں پر بیس سال تک محنت مزدوری کی ہے، تب جا کر ایک چھوٹا سا کارخانے دار بنا ہوں اور اب کوئی نامعلوم آدمی چاہتا ہے کہ میں یہاں سے، اس شہر سے نکل جاؤں۔"
یہاں تک کہہ کر وہ خاموش ہو گیا۔

"بات عجیب ضرور ہے، لیکن اتنی نہیں جتنی آپ خیال کر رہے ہیں ۔ لیکن نہیں، میں غلط کہہ گیا ۔ آپ کے لیے یہ بات واقعی بڑی ہو گی، آپ کا سارا گھر پریشان ہو گا ۔ آپ وہ خطوط تو لائے ہوں گے؟"

"ہاں، لایا ہوں۔" یہ کہہ کر ادریس بخاری نے چھ سات خطوط ان کے سامنے میز پر رکھ دیے ۔ انھوں نے ایک ایک خط پڑھا، ہر ایک پر یہی الفاظ نظر آئے :

"مسٹر ادریس بخاری :

آپ کے حق میں یہی بہتر ہے کہ اس شہر سے کہیں اور چلے جائیں ، اگر آپ نے ایسا نہ کیا تو پھر آپ کو اور آپ کے گھر کو تباہ کر دیا جائے گا۔ آپ کو صرف ایک ہفتے کی مہلت دی جاتی ہے ، اگر ایک ہفتہ گزرنے پر آپ اپنے گھر میں نظر آئے یا اس شہر میں نظر آئے تو آپ لوگوں کو ہلاک کر دیا جائے گا اور گھر کو آگ لگا دی جائے گی۔

فقط : مون ٹاک "

" اور یہ مون ٹاک کون ہے "؟ فرزانہ نے پوچھا۔

" میرے فرشتوں کو بھی پتا نہیں "۔

" خیر ہم اپنے انکل اکرام سے پوچھ لیں گے ، آپ فکر نہ کریں "۔ فاروق مسکرایا۔

" جی کیا مطلب "؟

" جس شخص کے بارے میں کوئی کچھ نہ بتا سکے ، اس کے بارے میں سب کچھ ہمارے انکل بتا دیتے ہیں ، بس یوں سمجھ لیں ، چلتے پھرتے انسائیکلو پیڈیا ہیں "۔

" خیر جناب۔ آپ کسی سے کچھ بھی معلوم کریں۔ یہ بتائیں میرے سلسلے میں کیا کر رہے ہیں۔ آج ہفتہ پورا ہو رہا۔

روزانہ ایک خط ملتا رہا ہے۔"

"اور آپ اپنے بیوی بچوں کو وہیں چھوڑ آئے ہیں؟"

فرزانہ گھبرا گئی۔

"تو اور کیا کرتا۔"

"آئیے۔ ہم آپ کے ساتھ چلتے ہیں۔ ان کی دھمکیوں کو آج ساتواں دن ہے، تب تو آپ کو ہر وقت اپنے گھر میں رہنا چاہیے۔"

"میں جب بہت پریشان ہوا اور کوئی راستا نہ سجھائی دیا تو یہاں چلا آیا۔ آپ کے والد ہی ایسے آدمی نظر آتے تھے جو ہماری مدد کر سکتے تھے۔"

"لیکن ان کی کوئی بات نہیں، کب لوٹتے ہیں، یا تو وہ بالکل وقت پر گھر آتے ہیں یا پھر ان کا کوئی پتا نہیں ہوتا۔"

"اچھی بات ہے، آپ ہی چلے چلیے۔" اس نے کہا۔

وہ اس کے ساتھ گھر سے نکلے، باہر سفید رنگ کی ایک کار کھڑی تھی۔

"یہ خطوط ہم اپنے پاس رکھ رہے ہیں، آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں۔"

"جی نہیں، بھلا میں کیا کروں گا ان کا۔"

"اچھا محمود۔ بھلا کیا نام ہے خط لکھنے والے کا۔"

"مون ٹاک۔"

"میرا ذہن کہ رہا ہے کہ یہ نام میں نے سُن رکھا ہے۔"

"یہ تو اور بھی اچھی بات ہے۔" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"لیکن مشکل یہ ہے کہ مجھے یاد نہیں آ رہا، یہ نام کس سلسلے میں سُنا تھا۔"

"اللہ نے چاہا تو یہ بھی یاد آ جائے گا۔"

"ہاں ! ہم دعا کرتے ہیں، تم کوشش کرو۔" فاروق بولا۔

وہ سوچ میں گم ہو گئی۔ اچانک اس نے کہا:

"اوہو۔ کہیں یہ مون ٹاک دُنیا کا بد نام ترین سمگلر تو نہیں ہے۔"

"کیا !!!" محمود اور فاروق اچھلے اور پھر ان کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کیا مطلب ؟" ادریس بخاری کار میں بیٹھتے بیٹھتے رک گیا۔

"ایک منٹ۔" فرزانہ نے کہا اور دوڑتی ہوئی واپس اندر داخل ہو گئی۔

"یہ ضرور ابا جان کی نوٹ بک میں مون ٹاک کے بارے میں پڑھنے گئی ہے۔ آخر ہم بھی دیکھیں۔ بخاری صاحب آپ بھی اندر ہی آ جائیں۔"

انھوں نے مون ٹاک والا صفحہ نکال لیا۔ وہ جلدی جلدی

ں کے بارے میں معلومات پڑھنے لگے اور پھر ان کے رنگ
سفید ہوتے چلے گئے۔ پھر محمود نے فوراً خطوط جیب سے نکال
ر گنے، پورے سات تھے۔ گویا ایک ہفتہ پورا ہو چکا تھا:
"بخاری صاحب۔ جلدی کریں۔ سب سے پہلے آپ گھر
د خالی کر دیں۔"
"یہ۔ یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں؟"
"اس کے سوا کوئی چارہ نہیں، آپ ہمارے پاس آخری
ن آتے ہیں۔ آج ساتواں دن ہے۔ وہ نہ جانے کیا کر بیٹھے۔"
"لیکن میں اپنا گھر کیوں خالی کروں؟"
"اپنے بیوی بچوں کو بچانے کے لیے۔ جلدی کریں۔"
وہ افراتفری کے عالم میں وہاں سے روانہ ہوئے۔
ریس بخاری کی خوب صورت سی کوٹھی شہر سے باہر الگ تھلگ
دی میں تھی اور کافی لمبی چوڑی تھی۔ جونہی کار کوٹھی کے
در داخل ہوئی، اس کے بیوی بچے باہر نکل آئے، ان
ب کے چہروں پر خوف تھا:
"اُف! آپ نے کتنی دیر لگا دی۔" ان کی بیگم نے قریباً
رتے ہوئے کہا۔
"کیا ہوا۔ خیر تو ہے؟"
"ہوا تو کچھ بھی نہیں، لیکن مارے خوف کے ہمارا بُرا

حال تھا۔"

"بخاری صاحب! آپ کار کو باہر نکال لیں۔ اپنے گھر کے افراد کو بھی کار میں بٹھائیں اور خود جس قدر جلد ہو سکے، قیمتی ترین چیزیں نکال لائیں۔"

"دیکھ لیں ۔۔ کہیں میں پھنس نہ جاؤں۔"

"نہیں! ابھی سات دن پورے نہیں ہوئے، سورج غروب ہونے پر سات دن پورے ہوں گے ۔ آپ کے پاس ایک گھنٹا باقی ہے، جس قدر قیمتی چیزیں نکال سکتے ہیں، نکال لائیں ۔۔ یہ کام ہم بھی کر سکتے ہیں، لیکن ہمیں نہیں معلوم چیزیں کہاں رکھی ہیں۔"

"اچھی بات ہے، آپ تو یہیں ٹھہریں گے نا؟"

"ہاں!" وہ ایک ساتھ بولے ۔۔

ادریس بخاری نے اندر کی طرف دوڑ لگا دی ۔۔

"یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ مون ٹاک کو آخر مسٹر ادریس بخاری کی کوٹھی کی ایسی کیا ضرورت پڑ گئی ۔۔ مون ٹاک جیسے آدمی کی تو یہاں نہ جانے کتنی جگہیں ہوں گی اور پھر یہ کہ اگر مون ٹاک اس کوٹھی پر قبضہ کر لیتا ہے تو کیا پولیس اس کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھے گی۔" محمود نے جلدی جلدی اپنا خیال ظاہر کیا ۔۔

"یہ بات تو میری اور فرزانہ کی سمجھ میں بھی نہیں آئی"۔

"ارے! تم صرف اپنے بارے میں یہ بات کر سکتے ہو"۔ فرزانہ نے اسے گھورا۔

"ہائیں تو کیا یہ بات تمہاری سمجھ میں آ گئی ہے"۔ محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

"آ گئی ہے یا نہیں۔ تم اپنی بات کرو"۔

"میں سمجھ گیا۔ سمجھ وجھ تمہیں بھی نہیں آئی"۔ فاروق مسکرایا۔

"مون ٹاک ہمارے ملک میں کچھ عرصے کے لیے ڈیرہ جمانا چاہتا ہے اور اس نے یہ کوٹھی پسند کی ہے اور بس۔ بات صرف اتنی سی ہے"۔

"لیکن یہ بات دل کو نہیں لگتی، کیوں محمود"۔ فاروق مسکرایا۔

"ہاں! یہ تو ہے"۔

"تم دونوں کے دلوں میں بس یہی تو بری بات ہے کہ انہیں کوئی بات لگتی ہی نہیں"۔

"لگتی تو خیر ہے، لیکن تم دونوں کی نہیں"۔ فرزانہ نے اسے گھورا۔

اسی وقت ادریس بخاری قیمتی چیزوں کی پہلی قسط اٹھا لایا۔

"اب میں ان چیزوں کو کہاں رکھوں"۔ اس نے ہانپتے ہوئے کہا۔

"نہیں کار کے آس پاس ڈھیر کرتے رہیں۔ اور میرا خیال ہے کہ اس کام میں تیزی لانے کے لیے ہم بھی آپ کا ساتھ دیتے ہیں، آپ سامان نکالتے رہیں، ہم اُٹھا اُٹھا کر باہر لائیں گے۔"

"آپ یہ کام کریں گے۔"

"ہاں کیوں ! کیا ہم انسان نہیں ہیں؟"

"تم۔ میرا مطلب ہے۔ آپ کو میں اس کام کے لیے تو ساتھ نہیں لایا۔"

"اس بات کو چھوڑیں۔ فرزانہ تم بچوں کے پاس ٹھہرو۔"

اب اس کام میں کافی تیزی آ گئی اور ایک گھنٹے سے پہلے تمام قیمتی چیزیں باہر نکال کر ڈھیر کر دی گئیں۔ آخری چکر وہ لگا رہے تھے کہ انہیں ٹھٹک کر رک جانا پڑا۔ دس کے قریب غنڈے سامان کے اردگرد آ کھڑے ہوئے تھے :

"کیا بات ہے بھئی؟"

"یہ سب کیا ہے؟"

"اس کوٹھی میں کچھ خطرہ ہے۔ ہم خالی کر رہے ہیں۔"

"اور اس قدر قیمتی چیزیں زمین پر ڈھیر کر رہے ہو؟"

"مجبوری ہے۔ اب ہم شہر جا کر ٹرک لائیں گے۔ اور سامان اس میں رکھ کر لے جائیں گے۔"

" اس کی ضرورت نہیں۔ زحمت نہ کرو۔" ان میں سے ایک نے کہا۔

" کیا مطلب؟"

" ان میں سے زیادہ قیمتی چیزیں ہم لے جا رہے ہیں، اس سے آسان شکار ہمارے ہاتھ کب لگے گا۔"

" کک ۔ کیا کہ رہے ہو بھائی۔" محمود نے گھبرا کر کہا۔

" یہ چور اچکوں کا گروہ ہے۔ اتنی بہت سی چیزیں تو ہم دس سال میں بھی نہیں اچک سکیں گے۔"

" دیکھو بھائی! ہم تو پہلے ہی مصیبت میں ہیں۔ ہمیں اور پریشان نہ کرو۔"

" تو تم لوگوں کو پریشان ہونے کے لیے کہ کون رہا ہے۔ ہم خود یہ چیزیں اٹھا کر لے جائیں گے، تم لوگوں کو کچھ کرنے کی ضرورت نہیں۔"

" ابھی کوٹھی میں اور بہت چیزیں ہیں، تم وہ چیزیں نکال لو جا کر۔" محمود نے کہا۔

" یہ کیا بات ہوئی ۔۔ قیمتی چیزیں چھوڑ کر ہم بے کار چیزیں کیوں اٹھائیں۔ اب تم لوگ ایک طرف ہو جاؤ۔"

" دیکھو بھئی۔ اپنے ارادے سے باز آؤ۔" فاروق بولا۔

" پیچھے ہٹو۔" اس نے فاروق کو دونوں ہاتھوں سے دھکا

دیا، لیکن خود ہی لڑکھڑا کر رہ گیا۔ کیونکہ فاروق تو فوراً ایک طرف ہٹ گیا تھا۔

"ہمیں ہاتھ نہ لگانا۔ ہمارے جسموں میں بجلی کا کرنٹ دوڑ رہا ہے۔ جل جاؤ گے۔"

"ان تینوں کو پیس کر رکھ دو۔"

"چکی کے پاٹ ہیں کیا یہ لوگ۔ کہ پیس کر رکھ دیں گے۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

نو آدمیوں نے انھیں گھیر لیا۔

"نہیں نہیں۔ آپ ان چیزوں کے لیے نہ لڑیں۔ یہ لے جانا چاہتے ہیں تو لے جانے دیں۔" ادریس بخاری نے لرز کر کہا۔

"یہ آپ کیا کہ رہے ہیں۔ ہماری موجودگی میں یہ آپ کا سامان لے جائیں۔ ہو نہیں سکتا۔"

"لیکن یہ دس ہیں اور آپ تین۔ یہ پورے جوان ہیں اور آپ بچے۔"

"اللہ مالک ہے۔"

نو غنڈوں نے تینوں کو اپنے گھیرے میں لے لیا اور ایک ساتھ حملہ آور ہوئے۔ تینوں اونچا اچھلے اور ان کے گھیرے سے نکل کر دور جا کھڑے ہوئے۔ غنڈے اور ادریس بخاری وغیرہ حیرت زدہ رہ گئے۔

"پھر کوشش کرو، اگر تم میں سے کسی ایک نے بھی ہمیں ہاتھ لگا دیا تو ہم اپنی ہار مان لیں گے اور یہ سامان لے جانے کی اجازت دے دیں گے۔" محمود نے گویا اعلان کیا۔

"یہ۔ یہ کیسا اعلان کر دیا۔ ہاتھ تو یہ بہت آسانی سے لگا سکتے ہیں۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"اب تو ہو گیا۔ کیا کیا جا سکتا ہے۔" محمود نے کندھے اچکائے۔

"آؤ پھر دوڑ چلیں۔ تاکہ نہ یہ ہمیں ہاتھ لگا سکیں اور نہ سامان لے جا سکیں۔" فاروق بولا۔

"بے وقوف ہو تم۔ اس طرح تو یہ اور بھی آسانی سے مال سمیٹ لے جائیں گے۔"

"اوہ واقعی۔ دھت تیرے کی۔ یہ میں نے کیا غلط بات کہہ دی۔ خیر میں اپنے الفاظ واپس لیتا ہوں۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"لو۔ گھبراہٹ میں محمود کا تکیہ کلام بول گئے حضرت۔" فرزانہ نے منہ بنایا۔

"یہ لوگ باتوں میں لگا کر چکمہ دے جانا چاہتے ہیں۔ پکڑ لو انہیں۔" دسواں آدمی غرایا۔

"ترکیب نمبر ۱۲۔" محمود نے فوراً کہا۔

اب وہ تین مختلف سمتوں میں بٹ گئے۔ اس طرح

حملہ آور بھی تین تین ہو گئے اور پھر ان میں آنکھ مچولی شروع ہو گئی۔ غنڈے کوشش کر کے تھک گئے، لیکن انھیں ہاتھ تک نہ لگا سکے۔

"یہ کیا کر رہے ہو بے وقوفو؟" دسواں آدمی چلّایا۔

"یہ بھی کوئی پوچھنے کی بات ہے، بے وقوف تو بے وقوفی کا ہی کام کیا کرتے ہیں۔"

"یہ لوگ تمھارے یوں قابو میں نہیں آئیں گے، چاقو نکال کر ان کا کام تمام کر دو۔"

"بہت بہتر استاد۔"

اچانک گراریوں والے چاقو کھلنے کی آوازیں سنائی دیں۔

ساتھ ہی ادریس بخاری چلّایا:

"نن۔ نہیں نہیں۔ ایسا نہ کریں۔ یہ ساری دولت لے لیں، مگر انھیں نہ ماریں۔"

"اب ان لوگوں کو ہرگز نہیں چھوڑا جائے گا۔ یہ خطرناک ہیں۔" استاد نے غرّا کر کہا۔

"رحم کرو۔ رحم کرو۔" بیگم ادریس بخاری نے رو کر کہا۔

"فضا میں ایک ساتھ تین چیخیں گونجنی چاہییں۔ سمجھے تم۔" استاد نے بلند آواز میں کہا۔

"بہت بہتر باس۔ ان تینوں کے جسموں میں بیک وقت

تین تین چاقو پیوست ہوں گے۔ لیجیے۔ چیخیں سننے کے لیے تیار ہو جائیں۔"

ان الفاظ کے ساتھ ہی نو چاقو پھینکے گئے، لیکن جواب میں تین چیخیں بلند نہ ہو سکیں۔ محمود، فاروق اور فرزانہ ان جگہوں سے دُور کھڑے نظر آئے تھے، جن کا نشانہ لے کر چاقو پھینکے گئے تھے۔ نو چاقو زمین میں گڑے نظر آئے، پھر جونہی وُہ ان چاقوؤں کو زمین سے نکالنے کے لیے آگے بڑھے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ نے ان کی کمروں پر اچھل اچھل کر لاتیں رسید کر دیں۔ وہ چاقوؤں کے نزدیک پہنچنے سے پہلے ہی دھب دھب زمین پر گرے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ نے اس پر بس نہیں کی، جھپٹ کر چاقو اچک لیے۔

اب ان میں سے ہر ایک نے دونوں ہاتھوں میں ایک ایک چاقو سنبھال لیا:

"ہاں دوستو! اب کیا خیال ہے؟"

گرے ہوئے دشمن اٹھے اور دھک سے رہ گئے۔ ایسے میں بیگم ادریس بخاری کی چیخ سُنائی دی۔ وُہ چونک کر اس طرف مڑے۔ دسویں غنڈے نے اسے بالوں سے پکڑ لیا تھا اور اس کی کن پٹی سے پستول کی نال لگا دی تھی۔

"خبردار ! اب تم کوئی حرکت نہیں کرو گے"۔ اس نے غرّا کر کہا۔

"ہم پہلے ہی کون سا حرکت کر رہے ہیں ۔ حرکتیں تو آپ کے یہ نوشیر کر رہے ہیں"۔ فاروق نے منہ بنایا۔

"ہاتھ اوپر اُٹھا کر کھڑے ہو جاؤ اور تم ان لوگوں کو باندھ لو۔ جلدی کرو"۔

"یہ ۔ یہ کیا ہوا؟" ادریس بخاری ہکلایا۔

"اسے کہتے ہیں، ایسا بھی ہوتا ہے"۔ محمود بولا۔

"تت ۔ تو کیا یہ میری ساری قیمتی چیزیں لے جائیں گے؟" ادریس بخاری نے جھلّا کر کہا۔

"کچھ کہا نہیں جا سکتا، تیل دیکھیے، تیل کی دھار دیکھیے"۔ فاروق مسکرایا۔

"تت ۔ تیل ۔ کیا کہ رہے ہیں آپ؟"

"ایسی حالت میں مجھ پر محاورات کا بھوت سوار ہو جاتا ہے ۔ آپ کوئی خیال نہ کریں"۔ فاروق نے شرمندہ ہو کر کہا۔

نوشیر انھیں باندھنے کے لیے آگے بڑھے :

"ارے ارے ۔ کیا کر رہے ہیں ۔ مر جائے گا بے چارہ"۔ محمود نے چلّا کر کہا۔ اشارہ دسویں غنڈے کے پیچھے کی طرف

تھا۔

وُہ بے تحاشہ چونک کر مُڑا اور یہی وُہ لمحہ تھا، جب محمود نے نوشیروں کے درمیان سے بجلی کی طرح نکل کر اس پر چھلانگ لگائی، وُہ اس سے کچھ اس طرح ٹکرایا کہ دونوں دھڑام سے گرے۔ بیگم ادریس دوڑ کر اپنے خاوند کے ساتھ جا لگی۔ گرنے کے ساتھ ہی پستول دسویں غنڈے کے ہاتھ سے نکل گیا۔ دونوں میں زور آزمائی ہونے لگی۔ یہ دیکھ کر اس کے نو ساتھی پستول کی طرف دوڑ پڑے۔ فارُوق اور فرزانہ کی ٹانگیں فوراً چل گئیں اور ان میں سے دو منہ کے بل گرے، ساتھ ہی فرزانہ نے بلا کی رفتار سے چھلانگ لگائی اور پستول تک پہنچ گئی:

"بس! اب تم لوگ ہاتھ اوپر اٹھا دو، ورنہ اُڑا کر رکھ دوں گی۔"

"یہ محاورہ بھی عجیب ہے، اُڑا کر رکھ دینا۔ یعنی پہلے انھیں اُڑاؤ گی، پھر رکھ دو گی۔ کمال ہے!"

"ہوگا۔ تمھیں محاورات کی سوجھی ہے اور یہاں جان پر بنی ہے۔ اب جلدی کرو اور انھیں باندھ لو۔ کہیں یہ پھر کوئی چاند نہ چڑھا دیں۔" فرزانہ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"اور تم نے کیوں بول دیا محاورہ؟"

"یہ بغیر کسی ارادے اور کوشش کے بولا گیا ہے"۔ فرزانہ نے منہ بنا کر کہا۔

"میرا خیال ہے۔ وقت بہت کم ہے"۔ محمود گھبرا کر بولا۔ اور پھر وہ انھیں باندھنے لگے۔ ایسے میں ایک آواز نے انھیں چونکا دیا:

"بہت خوب! تمھاری کارکردگی نے دل خوش کر دیا"۔

ایک ارب ڈالر

ہوٹل کانگو کی میزیں اور کرسیاں بالکل اس ڈیزائن کی تھیں جس ڈیزائن کی وہ وڈیو فلم میں دیکھ چکے تھے، لیکن انسپکٹر جمشید کو اس درجے حیرت اس بات پر نہیں ہوئی تھی، یہ بات تو وہ پہلے ہی معلوم کر چکے تھے۔ حیرت انھیں اس بات پر ہوئی تھی کہ ہال میں اس وقت جمال آفریدی بھی موجود تھے۔ ان کے قدم خود بخود ان کی میز کی طرف اٹھتے چلے گئے۔ انھوں نے دیکھا، میز کا نمبر بھی گیارہ تھا:

"معلوم ہوتا ہے، آپ کو گیارہ نمبر بہت پسند ہے۔" انسپکٹر جمشید نے خوش گوار انداز میں کہا۔

جمال آفریدی سر جھکائے کھانا کھانے میں مصروف تھا۔ ان کی بات سن کر اس نے سر اوپر اٹھایا اور حیرت زدہ رہ گیا:

"آپ!" اس کے منہ سے بس اتنا نکل سکا۔

"جی ہاں! کیا آپ کو ہماری آمد ناگوار گزری؟"

"جی نہیں! ایسی تو کوئی بات نہیں۔ تشریف رکھیے۔" اس کے لہجے میں اب بھی حیرت تھی۔

"آپ حیران کس بات پر ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے بیٹھتے ہوئے کہا۔ اکرام نے بھی کرسی سنبھال لی۔

"کھانا کھائیں گے آپ؟"

"ابھی ہمارا کھانا کھانے کا وقت نہیں ہوا، آپ نے میری بات کا جواب نہیں دیا۔"

"میں حیران اس بات پر ہوں کہ آپ کس طرح پہنچ گئے۔" جمال آفریدی نے کہا۔

"یہ کمال میرے اسسٹنٹ کا ہے۔" انھوں نے اکرام کی طرف اشارہ کیا۔

"آپ نے جو فلم دکھائی تھی۔ اس میں ہوٹل کی میز پر کھانا کھانے کا منظر ہے۔ اس میں جو فرنیچر نظر آ رہا ہے، وہ ہوٹل کانگو کا مخصوص فرنیچر ہے، لہٰذا یہ یہاں معلومات حاصل کرنے کے لیے پہنچ گئے۔ یہاں آ کر انھیں معلوم ہوا کہ ہوٹل کانگو ہر ملک کے دارالحکومت میں ہے اور ہر شاخ کا ایک ہی جیسا فرنیچر ہے۔ عمارات کے ڈیزائن بھی ایک جیسے ہیں۔ اور سب سے عجیب ترین بات یہ ہے کہ آپ کے لیے ہر ملک کی شاخ میں کمرہ نمبر گیارہ بک ہے۔ یہاں تک کہ اپنے

ملک کی شاخ میں بھی۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے، لیکن یہ کوئی ایسی حیرت کی بات نہیں ہے۔ میں کوئی چھوٹا موٹا کاروباری آدمی نہیں ہوں۔ قریب قریب ہر بڑے ملک میں میرا کاروبار پھیلا ہوا ہے اور مجھے آئے دن دوسرے ملکوں میں جانا پڑتا ہے۔"

"چلیے خیر۔ یہ بات مان لی۔ لیکن یہاں کمرہ نمبر ۱۱ کس لیے بک ہے؟"

"میں کاروباری معاملات کے لیے لوگوں کا اپنے گھر آنا پسند نہیں کرتا، لہٰذا تمام کاروباری معاملات یہاں آکر نبٹاتا ہوں، ہر کانگو ہوٹل کا کمرہ نمبر ۱۱ دراصل میرا دفتر ہے۔ کیا میں آپ کو اپنا دفتر دکھاؤں؟"

"ہم آپ کا دفتر بھی دیکھیں گے۔ پہلے آپ کھانا کھا لیں۔"

"میں بس فارغ ہو چکا ہوں۔"

"لیکن یہ کھانے کا کون سا وقت ہے؟"

"میرے کھانے کا کوئی وقت نہیں، جب بھوک محسوس ہوتی ہے، کھا لیتا ہوں۔ بھوک کی کمی کا مریض ہوں نا میں۔" انھوں نے کہا۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ اٹھ کھڑے ہوئے۔

"آئیے، پہلے میرا دفتر دیکھ لیں۔ وہیں بیٹھ کر بات چیت

کریں گے"۔

وہ ہوٹل کے کمرہ نمبر گیارہ میں آئے ، یہ نچلی منزل میں ہی تھا اور بہت بڑا کمرہ تھا ۔ اس کی سجاوٹ اور دفتر کی چیزیں دیکھ کر وہ حیران رہ گئے ۔ کم از کم دس لاکھ روپے کی چیزوں سے تو ضرور سجایا گیا ہو گا ۔ اس قدر آرام دہ صوفے تھے کہ وہ ان میں دھنستے چلے گئے ۔

"ایک بات سمجھ میں نہیں آئی ۔ مون ٹاک ایک سمگلر ہے لیکن آپ کے ساتھ وہ جو کچھ کرنا چاہتا ہے ۔ وہ بلیک میلنگ کہلاتا ہے ۔ کیا وہ ساتھ میں بلیک میلر بھی ہے"۔

"میں اس کے بارے میں کچھ نہیں جانتا ، آپ یہ بات نوٹ کر لیں"۔ انھوں نے بُرا سا منہ بنایا ۔

"لیکن وہ تصویر..." انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے ۔

"ایک بات میری سمجھ میں آئی ہے ۔ اور وہ یہ کہ میں کسی مُلک کے دارالحکومت میں ہوٹل سانگو کے ہال میں کھانا کھانے میں معروف ہوں گا کہ مون ٹاک آ کر اچانک بیٹھ گیا ہو گا اور اس طرح وہ تصویر اور فلم تیار کر لی گئی ہو گی"۔

"آپ کی یہ بات مانی جا سکتی تھی ۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ وڈیو فلم میں آپ اس سے ہنس ہنس کر بات

بھی تو کر رہے ہیں۔ گو ہوٹل میں موجود لوگوں کی بات چیت کے شور میں آپ دونوں کے درمیان ہونے والی بات چیت سُنی نہیں جا سکتی، لیکن ہاتھوں کی حرکات اور چہروں کا اِدھر اُدھر ہونا۔ ان باتوں سے تو یہ ثابت ہوتا ہے کہ آپ کے اس سے بہت گہرے تعلقات ہیں۔"

"یہی چیز تو مجھے آپ کے پاس لے گئی تھی۔"

"اس کی طرف سے ابھی تک کوئی مطالبہ تو نہیں کیا گیا؟"

"جی نہیں!" اس نے انکار میں سر ہلایا۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی، جمال آفریدی نے ریسیور اُٹھایا، دُوسرے ہی لمحے وُہ سیدھا ہو کر بیٹھ گیا۔

"ہاں مسٹر مون ٹماک! میں جمال آفریدی ہوں"۔ ساتھ ہی اس نے دو بٹن دبائے۔ آواز کمرے میں گونجنے لگی۔ یعنی فون پر ہونے والی پوری گفتگو اب وُہ بھی سُن سکتے تھے۔

"کیا فیصلہ کیا ہے؟"

"ابھی ہم اس تصویر کے چکر میں ہیں۔ آخر یہ تصویر آپ نے کس طرح بنوا لی؟"

"کیا باتیں کر رہے ہیں مسٹر جمال آفریدی۔ سادے بھولے بھول رہے ہیں، لیکن یہ تصویری ثبوت آپ کو عدالت میں ضرور

لے جا سکتا ہے، اتنا سوچ لیں۔"
"میں سمگلر نہیں ہوں اور نہ میں نے کوئی اور جرم کیا ہے۔ میرا دامن بالکل پاک صاف ہے، لہٰذا میں کیوں ڈروں۔"
"گویا آپ ہمارا مطالبہ ماننے سے انکار کر رہے ہیں۔"
"ہاں! اگرچہ میں نے ابھی تک یہ نہیں پوچھا کہ مطالبہ کیا ہے۔"
"وہ بھی سن لیں۔ شاید آپ مجھ سے رابطہ قائم کرنے کی ضرورت محسوس کریں۔ ہمارا مطالبہ صرف ایک ارب ڈالر کا ہے۔ اگر یہ مطالبہ پورا کر سکتے ہیں تو ہم یہ تصویر اور فلم اخبارات، ریڈیو اور ٹیلی ویژن والوں کو ارسال نہیں کریں گے اور اگر نہیں تو پھر کل کا سورج ان سب چیزوں کو شائع شدہ دیکھے گا۔"
"آپ مجھے ڈرا نہیں سکتے۔"
"گویا آپ انکار کر رہے ہیں۔"
"ہاں! میں بلاوجہ ایک ارب ڈالر نہیں دے سکتا۔ میں نے یہ دولت بہت محنت سے کمائی ہے۔"
"تب پھر آپ اس ساری دولت سے ہاتھ دھو لیں گے اس بات کو لکھ لیں۔"
"سمجھ لیں۔ لکھ لیا ہے۔"

"اچھی بات ہے۔ اب آپ میرا سُراغ لگوائیں، انسپکٹر جمشید وغیرہ سے۔ ہاں اتنا اور سن لیں کہ اگر ایک ارب ڈالر دینے کا ارادہ بن جائے تو ادریس بخاری، سیدٹاؤن کی کوٹھی پر رابطہ کریں۔"

"کیا نام بتایا؟" وہ جلدی سے بولے۔

"ادریس بخاری، سیدٹاؤن۔ یہ ایک کارخانے دار ہے۔ بہت آسانی سے اس کی کوٹھی مل سکتی ہے۔ میں اس کی کوٹھی میں موجود ہوں ان دنوں۔"

"اور۔ اور مسٹر ادریس بخاری؟" جمال آفریدی نے دھک دھک کرتے دل کے ساتھ پوچھا۔

"ابھی وہ بھی کوٹھی میں رہائش پذیر ہیں اور نہیں جانتے کہ میں اس کی کوٹھی پر کسی بھوت کی طرح قابض ہو چکا ہوں، دراصل اس پورے شہر میں جگہ اور ڈیزائن کے اعتبار سے مجھے ادریس بخاری کی کوٹھی پسند آئی تھی، اس لیے میں نے اسے خالی کرانے کی کوشش شروع کر دی۔ اور اب قریب قریب کامیاب ہو ہی گیا ہوں۔ وہ لوگ سامان باہر نکال رہے ہیں۔ ارے یہ کیا۔ باہر تو دھینگا مشتی ہو رہی ہے، یہ انسپکٹر جمشید کے بچے جہاں جاتے ہیں، لڑائی مار کٹائی شروع کر دیتے ہیں۔"

"تک ۔ کیا مطلب ۔ محمود ، فاروق اور فرزانہ وہاں کہاں؟"
"پتا نہیں ۔ یہ لوگ یہاں کس طرح پہنچ گئے؟"
"تمھاری دھمکیاں سن کر بے چارے انسپکٹر جمشید کے گھر دوڑے گئے ہوں گے ۔ وہاں وہ نہیں ملے ہوں گے تو ان کے بچوں کے ساتھ وہاں گئے ہوں گے۔"
"اوہ!" انسپکٹر جمشید کے منہ سے نکلا۔
"ایک منٹ ۔ ذرا میں باہر کی کھڑکی کھول لوں۔ آپ کو بھی باہر کے حالات سناتا رہوں گا۔"
اس کے چٹخنی گرانے کی آواز سنائی دی ۔
"اوہو۔ باہر تو باقاعدہ جنگ شروع ہو چکی ہے۔ دراصل چند چور اچکے قسم کے لوگ ہیں ، جو ان سے ٹکرا گئے ہیں ۔۔۔ مسٹر انسپکٹر جمشید ۔ کیا میں آپ کے بچوں کی مدد کروں؟"
"حملہ آور کتنے لوگ ہیں؟"
"قریباً دس ہیں۔"
"تب تم انتظار کرو ۔ اگر ان کا پلہ بھاری نظر آئے تو دخل دینے کی کیا ضرورت ہے ۔ سوال یہ ہے کہ یہ حملہ آور یہاں کہاں سے آ گئے؟"
"پتا نہیں ۔ ان کی آمد نے تو مجھے بھی حیران کر دیا ہے، ویسے میں چاہوں تو انھیں ایک سیکنڈ میں بھون کر رکھ دوں۔"

" ایسا نہ کرنا ۔ ہمیں بھنے ہوئے انسان ایک آنکھ نہیں بھاتے۔"
انسپکٹر جمشید نے کہا ۔

" خیر ۔ آپ کو میں کمنٹری سناتا ہوں ۔ لیجیے ۔ اب ان میں باقاعدہ جنگ شروع ہو گئی ہے ۔ آپ کے بچے الگ الگ ہو گئے ہیں ۔ دشمن بھی اسی حساب سے تین تین ہو گئے ہیں..."

وہ لڑائی کا حال سناتا چلا گیا ۔ آخر میں اس نے کہا :

" اور لڑائی کا فیصلہ انسپکٹر جمشید کے بچوں کے حق میں ہو گیا ہے ۔"

" یا اللہ تیرا شکر ہے ۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے ۔

" اب کیا پروگرام ہے ؟" جمال آفریدی نے کہا ۔

" آپ میرا مطالبہ پورا کر دیں ، پھر میں آپ سے کوئی غرض نہیں رکھوں گا ۔"

" مسٹر مون ٹاک ۔ کیا آپ نہیں جانتے ۔ اگر میں نہ چاہوں تو آپ اخبارات وغیرہ میں کوئی چیز شائع نہیں کرا سکتے ۔" انسپکٹر جمشید نے سرد آواز میں کہا ۔

" ملکی اخبارات کی حد تک یہ بات کہی جا سکتی ہے ، لیکن کیا آپ غیر ملکی اخبارات کو بھی روک دیں گے ۔ میں وہ اخبارات منگوا کر تمام ذمے دار لوگوں کو بھیج دوں گا ۔"

" نن ۔ نہیں ۔" جمال آفریدی نے گھبرا کر کہا ۔

" تب پھر ایک ہی صورت ہے۔ ایک ارب ڈالر ادا کر دیں۔"

" اُف مالک ۔ ایک ارب ڈالر۔" جمال آفریدی نے کانپ کر کہا ۔

" ہاں ! صرف ایک ارب ڈالر۔"

" اچھا میں مشورہ کر لوں ان لوگوں سے ، ویسے آپ کا فون نمبر کیا ہے۔ میرا مطلب ہے ، ادریس بخاری کا۔"

" بھئی جانتے تو ہو۔ اتنا انجان بھی نہ بنو۔" مون ٹاک نے منہ بنایا۔

" کیا مطلب ؟"

" ادریس بخاری سے آپ کے تعلقات ہیں۔ کیا یہ غلط ہے؟"

" اچھا بھائی مان لیا۔ آپ کی معلومات بہت زیادہ ہیں۔ میں آپ سے رابطہ کر لوں گا۔"

دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا۔

" کیا ہم خواب دیکھ رہے ہیں اکرام؟"

" میں بھی ایسا ہی محسوس کر رہا ہوں۔"

" آخر یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ ایک بین الاقوامی مجرم اپنے ٹھہرنے کی جگہ بھی خود بتائے ۔ اور اپنا مطالبہ بھی پورا کرانے پر تل جائے ۔ اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ اسے اپنی گرفتاری کا ذرا بھی فکر نہیں ہے۔"

"تو پھر آپ لوگ جا کر چھاپے ماریے نا"۔ جمال آفریدی نے گھبرا کر کہا۔

"ہم ایسا کریں گے، لیکن اس بات کا کوئی امکان نہیں کہ مون ٹاک وہاں ہو۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے، ابھی اس نے لڑائی کا آنکھوں دیکھا حال سنایا ہے۔" جمال آفریدی نے حیران ہو کر کہا۔

"ان باتوں پر حیرت ہمیں بھی ہے۔ اور ہم وہیں جا رہے ہیں۔ آپ فکر نہ کریں۔"

"چلیے ٹھیک ہے۔ نہیں کرتا فکر۔"

انسپکٹر جمشید اکرام کو لے کر باہر نکلے:

"اکرام! پہلے تم اپنے ماتحتوں کو ہدایات دے دو۔ وہ وہاں پہنچ کر عمارت کو گھیر لیں۔"

"جی بہتر!" اس نے کہا اور وائرلیس پر ہدایات دینے لگا۔ تھوڑی دیر بعد ان کی جیپ بھی سیڈ ٹاؤن کی طرف اڑی جا رہی تھی۔

"اس کیس میں اگر جمال آفریدی سچا ہے تو پھر اس تصویر کا مسئلہ حل نہیں ہو رہا۔ اور اگر وہ جھوٹا ہے تو پھر وہ خود بھی سمگلر رہا ہے۔ یا ابھی یک ہے۔"

"آخر وہ تصویر کیمرہ ٹرک کیوں نہیں ہو سکتی سر۔" اکرام

نے کہا۔

"تصویر تو ہو سکتی ہے، لیکن فلم کا کیا کریں گے۔"

"یہی تو مشکل ہے۔" اکرام نے جھلا کر کہا۔

"ہمیں جو بھی کیس ملتا ہے۔ عجیب ملتا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"میرا خیال ہے۔ آپ کو تصاویر کے ماہر اور وڈیو فلموں کے ماہر سے بھی ملاقات کرنی چاہیے۔"

"ضرور کیوں نہیں، لیکن پہلے مون ٹماک سے تو نبٹ لیں۔"

"مون ٹماک وہاں نہیں ہو سکتا۔"

"میرا ذہن بھی یہی کہتا ہے، لیکن خیر۔ وہاں جانا تو پڑے گا ہمیں۔"

اکرام نے سر ہلا دیا۔ اور پھر وہ ادریس بخاری کی کوٹھی کے سامنے پہنچ گئے۔ انھوں نے دیکھا۔ باہر کوئی نہیں تھا۔ گویا معرکے سے فارغ ہو کر وہ لوگ اندر چلے گئے تھے۔

وہ عمارت کے دروازے کی طرف بڑھے۔ دروازہ اندر سے بند نہیں تھا۔

"شاید ہم کسی جال میں پھنسنے والے ہیں۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔" اکرام بولا۔

اکرام نے پہلے تو دروازے کی گھنٹی بجائی، لیکن جب

کوئی جواب نہ ملا تو وہ بے دھڑک اندر داخل ہو گیا۔ دونوں نے کوٹھی کو اچھی طرح دیکھا بھالا، لیکن نہ تو وہاں محمود، فاروق، فرزانہ اور ادریس بخاری وغیرہ نظر آئے۔ اور نہ مون ٹاک ۔

"بات سمجھ میں نہیں آئی ۔ باہر لڑائی بھڑائی کے آثار ضرور موجود ہیں ۔ چیزیں اُلٹی پلٹی پڑی ہیں، لیکن لڑنے والے غائب ہیں ۔ ہر چیز غائب ہے، کوٹھی کے دروازے کھلے پڑے ہیں، لیکن اندر کوئی نہیں ۔ یہاں تک کہ مون ٹاک بھی نہیں۔"

"معاملہ حد درجے حیرت انگیز اور سمجھ میں نہ آنے والا ہے:" اکرام بڑبڑایا۔

"اس کا مطلب ہے، انھیں مون ٹاک نے غائب کر دیا۔" انسپکٹر جمشید بولے ۔

"لیکن ابھی تو وہ ہمیں ان کی کمنٹری سنا رہا تھا ۔ اور ظاہر ہے، گھر سے دیکھ کر سنا رہا تھا، پھر اتنی جلدی سب لوگ کہاں غائب ہو سکتے ہیں ۔ ارے ۔ یہاں تو ان کی کار بھی نہیں ہے ۔ تب پھر انھیں ان کی کار میں بٹھا کر یہاں سے لے جایا گیا ہے۔" اکرام نے چونک کر کہا۔

"اور وہ دس آدمی کہاں ہیں ۔ جن سے لڑائی ہو رہی تھی:" انھوں نے کہا۔

"یہ سب کچھ بہت عجیب ہے ۔ سمجھ میں نہ آنے والا ہے۔" اکرام بے چین ہو گیا۔

"صبر سے کام لو بھئی۔ یوں بات نہیں بنے گی، اپنے عملے کو بلا لو، یہاں سے انگلیوں کے نشانات بھی اٹھوانے جائیں گے۔ میں ذرا کوٹھی کا بغور معائنہ کرتا ہوں۔ اس میں قیمتی چیزیں موجود ہیں یا نہیں۔"

وہ اندر داخل ہو کر ایک ایک چیز کو بغور دیکھنے لگے، کوٹھی میں ہر چیز سلیقے سے سجائی گئی تھی اور چیزیں خرید کر لانے والے کا شوق بھی بہت اچھا تھا، وہ بہت خوبصورت چیزیں خرید کر لایا تھا۔ وہ ایک ایک کمرے کا جائزہ لیتے آخر سونے کے کمرے میں پہنچے ۔ یہ ایک بڑا کمرہ تھا ۔ اس میں چار بستر لگے ہوئے تھے ۔ دیوار میں بڑی تجوری نصب تھی، لیکن اس کا دروازہ کھلا تھا اور اندر کوئی قیمتی چیز موجود نہیں تھی ۔ البتہ انگلیوں کے نشانات صاف نظر آ رہے تھے۔

آخر اکرام کا عملہ آ گیا ۔ اس نے ہر طرف سے انگلیوں کے نشانات اٹھائے اور کوٹھی کو تالا لگا کر سب لوگ وہاں سے واپس روانہ ہوئے ۔ ذہن بُری طرح اُلجھے ہوئے تھے ۔

"اس کا مطلب ہے سر ۔ ہمیں کوئی کامیابی نہیں ہوئی ہم نہیں جان سکے کہ محمود، فاروق اور فرزانہ کہاں ہیں ۔

ادریس بخاری اور ان کے بیوی بچے کہاں ہیں ؟ مون ٹاک کہاں ہے؟
اکرام نے اداس لہجے میں کہا۔
"انگلیوں کے نشانات تو ملے ہیں نا اکرام" انسپکٹر جمشید
سنجیدہ لہجے میں بولے ۔
"جی ہاں !"
"ان میں محمود ، فاروق ، فرزانہ اور ادریس بخاری وغیرہ کے
نشانات تو ہوں گے ہی ، کچھ اور نشانات بھی ہوں گے ۔
بس ہمیں ان نشانات کا پتا لگانا ہے کہ وہ کن لوگوں کے ہیں"۔
"یس سر ۔ کیوں نہیں ، میں دفتر جاتے ہی یہ کام
کروں گا"
"اور میں گھر جا کر ان کے بارے میں معلوم کرتا ہوں"۔
وہ اداس انداز میں مسکرائے ۔
گھر پہنچے تو بیگم ان کا بے تابانہ انتظار کر رہی تھیں :
"میرے بچے کہاں ہیں ؟"
"یہاں سے وہ ادریس بخاری کے ساتھ گئے تھے نا ؟"
وہ بولے ۔
"ہاں ! وہ آپ سے ملنے آیا تھا ، آپ پہنچے نہیں تھے ،
اس نے ان تینوں کو اپنی الجھن کے بارے میں بتایا اور وہ
ان کے ساتھ چلے گئے" انھوں نے بتایا۔

"اور کوئی بات بیگم؟"

"ادریس بخاری نے انھیں بتایا تھا کہ کوئی شخص ان سے ان کی کوٹھی خالی کرا لینا چاہتا ہے اور اس نے انہیں دھمکی دی ہے کہ اگر کوٹھی خالی نہ کی گئی تو تباہ و برباد کر دی جائے گی"۔

"اس شخص نے اپنا نام بھی لکھا تھا دھمکی کے نیچے؟"

"جی ہاں! نام بھی لکھا تھا، لیکن میرے ذہن سے نکل گیا ہے"۔

"دیکھو بیگم، حالات انتہائی سنگین ہیں۔ نہ صرف محمود، فاروق اور فرزانہ، بلکہ ادریس بخاری کا گھرانہ بھی غائب ہے اور ان کا گھر خالی پڑا ہے، اس میں سے تمام قیمتی چیزیں غائب ہیں۔ لہٰذا اگر تم اپنے ذہن پر زور دے کر وہ نام یاد کر لو تو بہت اچھا ہے"۔

"جی بہتر۔ میں کوشش کرتی ہوں۔ بہت عجیب سا نام تھا، جیسے عام طور پر آپ کے بین الاقوامی مجرموں کے نام ہوتے ہیں، اگر کوئی اسلامی نام ہوتا تو فوراً مجھے یاد آ جاتا۔ غیر ملکی نام میں بہت جلد بھول جاتی ہوں اور پھر یاد نہیں کر پاتی"۔ یہ کہتے ہوئے انھوں نے پیشانی پکڑ لی۔

"پریشان ہونے کی ضرورت نہیں، اگر نام یاد نہیں آتا تو کوئی بات نہیں"۔

"آپ ایسا کیوں نہیں کرتے کہ کچھ غیر ملکی مجرموں کے نام لیں میرے سامنے۔"

"کیا اس مجرم کا نام تم پہلے بھی سن چکی ہو؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی نہیں ۔ پہلی بار سننے میں آیا ہے۔"

"خیر میں ایسے چند نام لیتا ہوں ۔ جن سے ابھی تک ہمارا واسطہ نہیں پڑا۔"

"ہاں ! یہ ٹھیک رہے گا۔"

"اچھا تو پھر اس سلسلے میں سب سے پہلا نام مون ٹماک کا ہے۔"

"کیا !!!" وہ زور سے اچھلیں ۔

ضروری کام

انھوں نے گھبرا کر کوٹھی کے دروازے کی طرف دیکھا اور پھر حیرت زدہ رہ گئے، کیونکہ انھوں نے ابھی ابھی کوٹھی میں سے قیمتی چیزیں نکالی تھیں، اس وقت تو وہاں کوئی نظر نہیں آیا تھا۔ اب یہ عجیب سا شخص کہاں سے آگیا تھا:

"حیران ہونے کی ضرورت نہیں۔ میں جب چاہوں ۔ لوگوں کی نظروں کے سامنے سے غائب ہو سکتا ہوں"۔

"اوہ! تو آپ جن ہیں"۔ فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"بالکل غلط۔ میں جن نہیں، انسان ہوں۔ لیکن اس کے باوجود میں غائب ہو سکتا ہوں"۔

"اچھا! ذرا غائب ہو کر دکھائیے تو"۔ فرزانہ بولی۔

"یہ وقت مناسب نہیں، پہلے ہم ضروری کام کر لیں، پھر غیر ضروری کام کریں گے۔ کیا خیال ہے"۔ اس نے دوستانہ انداز میں کہا۔

"اور ضروری کام کیا ہے؟" محمود نے منہ بنایا۔

"ضروری کام یہ ہے کہ اب تم ان دس آدمیوں کو نہ باندھو، میں تو تمہارا امتحان لے رہا تھا - یہ کم بخت اس امتحان میں بُری طرح فیل ہو گئے ہیں -خیر- ان سے میں بعد میں بات کروں گا - پہلے ضروری کام"۔ اس نے کہا۔

"آخر وہ ضروری کام ہے کیا؟"

"سب کے سب اس کوٹھی میں آ جاؤ - یہ قیمتی چیزیں بھی اٹھا لاؤ- استاد تم ان کی کار کو یہاں سے ہٹا دو- باہر اتنے آثار تو نظر آنے چاہییں کہ یہاں کچھ ہوا ہے، لیکن کوئی چیز نہیں ملنی چاہیے"۔

"ابھی لیجیے باس"۔ استاد نے کہا۔

"تو یہ آپ لوگوں کے باس ہیں؟" فرزانہ نے جل کر کہا۔

"تو اور کیا نظر آ رہے ہیں تمہیں"۔ ان میں سے ایک نے جل کر کہا۔

"نظر تو خیر یہ باس قسم کی ہی کوئی چیز آ رہے ہیں اور یہ کوئی ایسی عجیب بات بھی نہیں- باس قسم کے لوگ ہمیں ملتے ہی رہتے ہیں"۔

"میں نے کہا نا - پہلے ضروری کام، پھر غیر ضروری کام"۔ باس نے نرم گرم الفاظ میں کہا۔

"سوال یہ ہے کہ ہم آپ کی ہدایات پر عمل کیوں کریں؟" محمود نے بھنّا کر کہا۔

"ہاں اور کیا۔ پستول تو اس وقت ہمارے ہاتھ میں ہے۔" فرزانہ نے کہا۔

"کون سے پستول کی بات کر رہے ہو بھئی۔ اس کھلونے پستول کی۔ یہ تو میں نے ان لوگوں کو بس یونہی دے دیا تھا۔ ویسے انھیں بھی معلوم نہیں تھا کہ یہ نقلی ہے۔"

"ارے ہائیں۔ اس کی ایسی مجال۔" فاروق نے تلملا کر کہا۔

"کک۔ کس کی؟" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"پستول کی۔ اور کس کی۔" فاروق بولا۔

"دماغ نہ چاٹو بھائی۔ اس کام کے لیے یہ باس صاحب پہلے ہی کیا کم ہیں۔"

"اے خبردار۔ ہم اپنے باس کی شان میں گستاخی ہرگز برداشت نہیں کریں گے۔" استاد نے غرّا کر کہا۔

"نہ نہ بھئی۔ نہ کرنے دو گستاخی۔ میں بُرا نہیں مانتا لیکن انھیں میری ہدایات پر تو عمل کرنا ہی پڑے گا۔"

"آخر کیوں؟"

"اس لیے کہ میں چاہوں تو ایک منٹ کے اندر تم لوگوں کو بھسم کر کے رکھ دوں۔ یہ دیکھو، میرے ہاتھوں میں کیا ہے؟"

"ہاتھ تو ابھی تک کمر کے پیچھے ہیں" فاروق نے منہ بنایا۔
"اب میں انھیں سامنے لا رہا ہوں" اس نے منہ بنایا اور دونوں ہاتھ آگے کر دیے۔
ان میں ایک عجیب وضع کی رائفل نظر آئی۔
"ایک وقت میں۔ یعنی ایک منٹ کے اندر اس میں سے سو گولیاں نکلتی ہیں۔ اور وہ بھی مختلف سمتوں میں، یعنی نشانہ لینے کی ضرورت نہیں، بس مخالفین کی طرف رخ کر دو"
"ہوں! سمجھ گئے ہم۔ اب ذرا ایک عدد فائر کر کے بھی دکھا دو" محمود نے خوش ہو کر کہا۔
"کیا کہ رہے ہو۔ اس کے بعد تم اپنے پیروں پر کہاں کھڑے رہو گے"
"ہم پر نہیں۔ اس سمت میں۔ ہم ایک طرف ہو جاتے ہیں"
"گویا تم یہ دیکھنا چاہتے ہو کہ میں غلط تو نہیں کہ رہا"
"ہاں! یہی بات ہے"
"ٹھیک ہے۔ میں تجربہ ضرور کراؤں گا تم لوگوں کو۔ یہ لو"
اس نے دوسری طرف رخ کر کے فائر کیا۔ رائفل میں سے گڑگڑاہٹ قسم کی آواز نکلی اور ساتھ ہی بے شمار گولیاں مختلف سمتوں میں نکل کر غائب ہو گئیں۔
"مان گئے جناب" محمود نے کہا۔

" اگر مان گئے ہو تو پھر اندر آ جاؤ ۔ یہ کھلونا پستول بھی اندر لے آؤ ۔ میں اس سے پھر کام لے لوں گا کوئی۔" اس نے کہا۔۔

" معلوم ہوتا ہے۔ آپ بہت خوش مزاج باس ہیں۔"

" جو جی میں آئے ۔ سمجھ لو۔" اس نے کہا۔

آخر انھیں اندر داخل ہونا پڑا۔ استاد ان کی کار کو کہیں لے گیا۔ جلد ہی وُہ بھی کوٹھی میں نظر آیا۔

" کوٹھی کے تمام دروازے کھُلے رہنے دو۔ اور ان لوگوں کو آگے آگے چلاتے ہوئے نچلے حصّے میں لے چلو۔"

" نچلے حصّے میں ۔ تو کیا یہاں کوئی تہ خانہ ہے ؟" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

" ن ۔ نہیں ۔ میں نے یہاں کوئی تہ خانہ نہیں بنوایا۔"

" بھئی آپ نے نہیں بنوایا، لیکن ہم نے تو بنوایا تھا نا۔" باس چہک کر بولا۔

" یہ ۔ یہ کیا بات ہوئی ۔ کوٹھی میں نے بنوائی تھی۔"

" اور لوگ بھی اس طرح کوٹھیاں بنواتے ہیں۔ ان میں سے بھی کچھ کوٹھیوں میں میں نے تہ خانے بنوائے ہیں ۔ جب کہ ان کے فرشتوں کو بھی معلوم نہیں کہ ایک عدد تہ خانہ ان کی کوٹھی کے نیچے مُوجُود ہے۔"

" کمال ہے۔ آخر آپ کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت ہے"؟
فرزانہ حیرت زدہ رہ گئی۔

" اب میں تم لوگوں کو ہر بات تو بتا نہیں سکتا۔ بس اتنی بات جان لو کہ اس کوٹھی کے نیچے ایک عدد تہ خانہ ہے اور وہ کوٹھی کے مالک کی مرضی سے نہیں۔ میری مرضی سے بنا ہے"۔

" ہوں! چلیے خیر۔ بنا ہو گا، ہمیں کیا۔ ہماری طرف سے ہر کوٹھی میں ایسے تین تین تہ خانے بنوا لیں"۔ فاروق نے جھلا کر کہا۔

" میرا دماغ نہیں چل گیا کہ ایک کی ضرورت ہو اور تین تین بنوا لوں"۔ باس نے بھی بھنّا کر کہا۔

" آپ کا خوش گوار موڈ آخر ہم نے ختم کر ہی دیا۔ اور آپ اپنے اصل رنگ میں نظر آ ہی گئے۔ ہماری اس کامیابی کی داد نہیں دیں گے مسٹر باس"۔

" اوہ! وہ دھک سے رہ گیا، پھر اس نے کہا:

" نہیں! میرا موڈ اس وقت بھی بہت خوش گوار ہے۔ سمجھے تم لوگ۔ چلو آؤ"۔

وہ سب سے آگے بڑھ گیا۔ جب وہ ایک کمرے میں داخل ہوئے تو کمرے کے فرش میں ایک چوکور خانہ نظر آ رہا تھا اور اس خانے میں نیچے سیڑھیاں جاتی نظر آ رہی تھیں۔ گویا

باس نے تہ خانے کا دروازہ خود کھولا تھا۔

"کیا استاد وغیرہ میں سے کوئی تہ خانے کا دروازہ نہیں کھول سکتا؟"

"نہیں"۔ اس نے کہا۔

"گویا آپ کو اپنے ساتھیوں پر بھی کوئی اعتبار نہیں"۔ فرزانہ نے مسکرا کر کہا۔

"ایسی کوئی بات نہیں"۔ باس نے پھر غصے میں آ کر کہا۔

"اب تو آپ بات بات پر سیخ پا ہو رہے ہیں"۔ فاروق نے فوراً کہا۔

"اور چراغ پا بھی"۔ محمود بول اٹھا۔

"پتا نہیں تم لوگ کیا ہو۔ مجھے تو اچھے اچھے غصہ نہیں دلا سکے آج تک"۔

"دلا تو خیر ہم بھی نہیں سکے۔ یہ تو آپ کو خود بخود آ رہا ہے"۔ فاروق مسکرایا۔

"تم لوگ باتیں بہت کرتے ہو۔ خاموشی سے تہ خانے میں اتر جاؤ۔ ورنہ چھلنی کر دوں گا"۔

تینوں نے فوراً حالات کا جائزہ لیا۔ وہ پوری طرح ہوشیار تھا۔ گویا اس وقت اس کی ہدایت پر عمل کیے بغیر چارہ نہیں تھا۔

"شکریہ باس صاحب ۔ ہم جا رہے ہیں"

وہ ایک ایک کر کے نیچے اترنے لگے ۔ جونہی ان کے قدم تہ خانے کے فرش سے لگے ۔ تہ خانے کا دروازہ کھٹاک سے بند ہو گیا ۔

" ارے ارے ۔ یہ کیا بھئی " محمود چلا اٹھا ۔

انھوں نے اپنے پیچھے کسی کو آتے محسوس نہیں کیا تھا ، گویا صرف انھیں تہ خانے میں اتارا گیا تھا اور پھر دروازہ بند کر دیا گیا تھا ۔

" ان کا پروگرام یہی تھا ۔ ہمیں تہ خانے میں بند کرنا "

" اب ۔ اب کیا ہو گا ۔ میرا تو دم گھٹ رہا ہے یہاں " بیگم ادریس بولیں ۔

" صبر سے کام لیں ۔ تہ خانے میں ہوا کی آمد و رفت کا انتظام ہے ۔ دم نہیں گھٹے گا ۔ ہاں بھوکے پیاسے ضرور مر سکتے ہیں ہم ۔ لیکن اس سے پہلے ہی ان شاء اللہ کوئی نہ کوئی انتظام ہو جائے گا ، فکر نہ کریں " محمود نے جلدی جلدی کہا ۔

" اور خود وہ حضرت اور اس کے ساتھی اوپر ہی رہ گئے "

" وہ ہمارے ساتھ نیچے آ کر کیا کرتے ۔ ان کا پروگرام یہی تھا کہ ہمیں نیچے بند کر دیں اور خود سامان لے کر غائب ہو جائیں ، ذرا سوچو ۔ وہ کتنے لاکھ روپے کے زیورات لے گئے ایک ہی

وار میں۔" محمود نے کہا۔

"تو کیا۔ مون ٹاک کا پروگرام یہی تھا؟" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

"کچھ نہیں کہا جا سکتا کہ یہ پروگرام مون ٹاک کا تھا یا صرف ان لوگوں کا یا ان لوگوں نے مون ٹاک کے پروگرام پر ہاتھ صاف کیا ہے۔"

"کیوں نہیں کہا جا سکتا۔ یہ معاملہ اتفاقی نہیں تھا۔ یہ تہ خانہ اس بات کا ثبوت ہے۔" فرزانہ نے نفی میں سر ہلایا۔

"ہاں واقعی، اس تہ خانے کو تو ہم بھول ہی گئے۔ سب سے پہلے تو یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے، ہمیں اپنی نہیں، ان لوگوں کی فکر ہے۔ ان کے بچے بھی ساتھ ہیں، اور وہ۔ بس اب رو ئے کہ اب رو ئے۔"

"آپ لوگ گھبرائیں نہیں۔ اللہ نے چاہا تو ہم بہت جلد تہ خانے سے باہر ہوں گے۔"

تینوں نے بغور تہ خانے کا جائزہ لینا شروع کیا۔ اس میں بلب روشن تھا، لیکن ہلکی روشنی والا۔ آخر محمود نے سیڑھیوں کا رخ کیا اور دروازے کے پاس کسی بٹن وغیرہ کو تلاش کرنے لگا۔

"یہ کوٹھی آپ نے کس سے بنوائی تھی؟" فرزانہ نے ادریس بخاری

سے پوچھا۔

"راجا برادرز سے۔ ہمارے شہر کی مشہور ترین عماراتی کمپنی ہے۔ اور بہت بڑی۔"

"تعمیر کے دوران کیا آپ یہاں موجود رہے تھے؟"

"نہیں! کبھی کبھار چکر لگا لیا کرتا تھا۔"

"گویا آپ تیار ہونے کے بعد ہی آئے تھے؟"

"ہاں بالکل!"

"ان حالات میں آپ کی اجازت کے بغیر تہ خانہ بنوانا کوئی مشکل کام نہیں تھا، لیکن اس میں راجا برادرز کے کچھ لوگ ضرور شامل ہیں۔"

"اس کے علاوہ کیا کہا جا سکتا ہے۔" اس نے کندھے اچکائے۔

"خیر۔ پہلے تو یہاں سے نکلنے کی کوشش کرنی چاہیے۔" محمود نے کہا۔

"سنو محمود۔ میں اوپر قدموں کی دھمک محسوس کر رہی ہوں۔"

"یہ آواز انھی لوگوں کی ہو سکتی ہے۔"

"ضروری نہیں۔ بلکہ میں تو کہتی ہوں۔ وہ لوگ تو فوراً یہاں سے سرک گئے ہوں گے۔ اب تو ہمارے ساتھی آئے ہوں گے۔"

"خیر۔ دیکھتے ہیں۔" یہ کہہ کر انھوں نے تہ خانے کے

فرش پر زور زور سے ہاتھ مارنا شروع کر دیے۔ وہ بہت دیر تک لگے رہے، لیکن کوئی نتیجہ نہ نکلا، پھر رک کر سن گن لینے لگے۔ اوپر قدموں کی آواز اب بھی سنائی دے رہی تھی۔

"کمال ہے۔ ان کے قدموں کی آواز ہمیں سنائی دے رہی ہے، لیکن ہمارے ہاتھوں کی آواز ان تک نہیں پہنچ رہی، ضرور یہ تہ خانہ مکمل طور پر ساؤنڈ پروف ہے۔ اب ہمیں خود کوشش کرنا ہو گی۔"

وہ دروازے کے آس پاس کوئی بٹن وغیرہ تلاش کرنے میں پھر مصروف ہو گئے، لیکن کامیابی نہ ہوئی۔ بیگم ادریس اور اس کے بچے ایک طرف بیٹھے رو رہے تھے۔ ان کی سسکیاں گونج رہی تھیں۔

"رونے سے کوئی مسئلہ حل نہیں ہوتا۔ ہمیں اللہ تعالیٰ سے دعا کرنی چاہیے، مصیبت کے وقت اللہ کو پکارنا چاہیے، یہی حکم ہے، رونے دھونے کا حکم نہیں ہے۔" محمود نے کہا۔

ان کی سسکیاں فوراً رک گئیں اور ہاتھ دعا کے لیے اُٹھ گئے:
"یااللہ! ان ننھے منے اٹھے ہوئے ہاتھوں کی لاج رکھ لے۔"
فرزانہ بولی۔

یہ لوگ اپنی تلاش میں لگے رہے۔ وہ دعا کرتے رہے۔ ایسے میں محمود کو تہ خانے کے دروازے سے کافی نیچے آخری

سیڑھی کے ساتھ ایک چوکور سا نشان نظر آیا ۔ یہ نشان بغور دیکھنے پر نظر آیا تھا ، ورنہ کوئی فرق محسوس نہیں ہوا تھا ۔ محمود نے اس نشان پر انگلی رکھ کر جو دباؤ ڈالا تو دروازہ فوراً کُھل گیا :

" وہ مارا " ان کے منہ سے نکلا ۔

اور پھر وہ سیڑھیوں کی طرف دوڑ پڑے ۔ ایسے میں انھوں نے چہکتی آواز سُنی ،

" ہائیں ! تم ۔ تم یہاں تھے "

ایک جیسی شکل صورت

اُف مالک ! ادریس بخاری کو دھمکی دینے والے کا نام بھی مون ٹاک ہے۔ اور جمال آفریدی کو بلیک میل کرنے والا بھی مون ٹاک ہے۔ اس کا مطلب ہے ۔ مون ٹاک ہمارے مُلک میں ، بلکہ اس شہر میں ہی موجود ہے ۔ تب تو مجھ سے غلطی ہوئی ۔ مجھے اس مکان سے اس طرح نہیں چلے آنا چاہیے تھا۔" یہ کہ کر انھوں نے ریسیور اٹھایا ، اکرام کو فون پر ہدایات دیں اور خود ادریس بخاری کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گئے ۔

اکرام ان سے پہلے پہنچ چکا تھا ، کوٹھی جُوں کی تُوں تھی ؛

" کیا کوئی نئی خبر ہے سر ؟"

" ایک عجیب بات معلوم ہوئی ہے بھئی ۔"

" وہ کیا سر ؟"

" جمال آفریدی کو بلیک میل کرنے والا مون ٹاک ہے ۔

یا اس نے مون ٹاک کو سہارا بنایا ہے۔ ادھر ادریس بخاری کو بھی دھمکی دینے والا مون ٹاک ہے۔ آخر مون ٹاک جیسا مجرم ہمارے شہر میں یہ کیا چھوٹے چھوٹے کام کرنے کے لیے آ گیا ہے"۔

"میں سمجھا نہیں سر۔ آپ کو یہ اطلاع کس طرح ملی"؟ اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

انھوں نے تفصیل سُنا دی۔ اکرام ان کے خاموش ہونے پر بولا:

"حیرت ہے۔ شدید حیرت"۔

"حیرت مجھے بھی ہے، لیکن زیادہ حیرت اس پر ہے کہ محمود، فاروق اور فرزانہ کیسے پھنس گئے"۔

"اب کیا پروگرام ہے"؟

"میری سمجھ میں یہ بات نہیں آ رہی کہ آخر مون ٹاک اس کوٹھی کو کیوں خالی کرانا چاہتا ہے۔ اور کوٹھی خالی کرنے والے غائب کیوں ہو گئے ہیں۔ لہٰذا میں اس کوٹھی کا پھر سے بغور جائزہ لینا چاہتا ہوں۔ انگلیوں کے نشانات سے تو ابھی تک کچھ معلوم نہیں ہو سکا"؟

"ابھی دیکھ رہا تھا کہ آپ کا حکم یہاں پہنچنے کے بارے میں مل گیا"۔

"خیر کوئی بات نہیں۔"

دونوں اندر داخل ہو گئے اور ایک ایک انچ کا جائزہ لینے لگے، پھر انسپکٹر جمشید نے چند جگہوں پر باقاعدہ کان لگا کر کچھ سننے کی کوشش کی :

"ایک بات لکھ لو اکرام، اس عمارت کے نیچے کوئی تہ خانہ ضرور ہے ــ اور ہمارے ساتھی ضرور اس تہ خانے میں ہی ہیں۔"

"اوہ! تب تو بات بہت پریشانی والی ہو گئی۔"

"ہاں! ہو تو گئی ہے ــ لیکن خیر ـ کوشش جاری رکھنی چاہیے وہ کوشش میں لگے رہے، لیکن کامیاب نہ ہو سکے۔"

"اکرام! عمارت کے دروازے پر کون سی کمپنی کا نام درج ہے؟" آخر انسپکٹر جمشید نے کچھ سوچ کر پوچھا۔

"میں ابھی دیکھ کر آتا ہوں سر۔" اس نے کہا اور باہر کی طرف لپکا، پھر اس نے آ کر بتایا :

"یہ کوٹھی راجا برادرز نے بنائی ہے سر۔"

"ان سے فون پر رابطہ قائم کرو۔"

اکرام نے ڈائریکٹری میں راجا برادرز کے نمبر دیکھے اور انہیں فون کیا ـ

"یہ راجا برادرز کا دفتر ہے ـ فرمائیے کیا خدمت کر سکتا

ہوں"۔ دوسری طرف سے کسی نے کہا۔

"آج سے نو سال پہلے آپ نے ادریس بخاری کے لیے ایک کوٹھی تعمیر کی تھی ۔ سید ٹاؤن میں ۔ اپنا ریکارڈ دیکھ کر بتائیں، بنائی تھی یا نہیں"؟ اکرام نے کہا۔

"آپ کون ہیں"؟

"محکمۂ سراغ رسانی سے بات کر رہا ہوں ۔ مجھے اس نمبر پر رنگ کریں"۔ یہ کہہ کر اس نے ادریس بخاری کے نمبر بتائے ۔

"اچھی بات ہے"۔ یہ کہہ کر دوسری طرف سے ریسیور رکھ دیا گیا، تین منٹ بعد گھنٹی بجی اور راجا برادرز کے دفتر والوں نے بتایا کہ کوٹھی انھوں نے بنائی تھی ۔

"کیا اس کوٹھی کے نیچے کوئی تہ خانہ بھی بنایا گیا تھا"؟

"یہ بھی دیکھ کر بتانا پڑے گا جناب"۔

"ضرور دیکھیں، لیکن ذرا جلدی کریں"۔

اکرام نے ریسیور رکھ دیا ۔

"میرا خیال ہے اکرام، ہمیں وہاں جانا ہوگا ۔ کہیں یہ لوگ کوئی چکر نہ دے جائیں"۔

"تو پھر چلیے"۔

وہ تیز رفتاری سے جیپ چلاتے راجا برادرز کے دفتر پہنچ گئے ۔ تعارف کرایا تو متعلقہ آدمی نے کہا :

"میں فون کرتا رہا۔ کسی نے ریسیور ہی نہیں اٹھایا۔"

"ہاں! ہم ادھر کے لیے روانہ ہو گئے تھے۔ کیا رپورٹ ہے، تہ خانہ بنایا گیا تھا یا نہیں؟"

"جی ہاں! تہ خانہ بنایا گیا تھا۔"

"ادریس بخاری نے خود بنوایا تھا؟"

"جی بالکل۔"

"کیا ان کاری گروں سے ملاقات ہو سکتی ہے، جنھوں نے بنایا تھا اور جو اس کے کھولنے کی ترکیب بتا سکیں۔"

"نو سال پہلے کی بات ہے جناب۔ یہاں تو کاری گر آتے جاتے رہتے ہیں، پھر بھی میں چیک کر لیتا ہوں۔"

اس نے رجسٹروں کو دیکھنا شروع کیا، آخر پندرہ منٹ بعد اس نے نفی میں سر ہلاتے ہوئے کہا:

"جی نہیں! ان میں سے اب کوئی آدمی بھی ملازمت نہیں کرتا۔ جنھوں نے کوٹھی تعمیر کی تھی۔"

"ہوں! ان کے پتے تو آپ بتا ہی سکتے ہیں۔"

"ہاں! یہ میں کر سکتا ہوں، لیکن ضروری نہیں کہ وہ ان پتوں پر مل جائیں۔"

"اس بات کو چھوڑیں۔"

پتے نوٹ کر کے وہ اٹھ کھڑے ہوئے اور ایک ایک پتے

پر پہنچے۔ آخر ایک آدمی انھیں مل ہی گیا۔ اس نے فوراً کہا:

"ہاں! مجھے یاد ہے۔ اس کوٹھی کے نیچے ہمیں ایک خفیہ تہ خانہ بنانے کا حکم دیا گیا تھا۔"

"اور آپ لوگوں نے وہ تہ خانہ بنایا تھا؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی ہاں بالکل۔ جب مالک کوئی چیز بنانے کا حکم دے گا تو ہم کیوں نہیں بنائیں گے۔"

"آپ کا مطلب ہے۔ اس تہ خانے کے بنانے کا حکم خود ادریس بخاری نے دیا تھا؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"ظاہر ہے، لیکن ہمیں براہِ راست حکم راجا برادرز کے مالکان نے دیا تھا۔"

"آپ کا مطلب ہے، آپ کو براہ راست حکم نہیں دیا گیا۔ ادریس بخاری نے راجا برادرز کو اور انھوں نے آپ لوگوں کو ہدایت دی کہ خفیہ تہ خانہ بنایا جائے۔"

"جی ہاں! میں یہی کہنا چاہتا ہوں، لیکن معاملہ کیا ہے؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اگر ہم آپ کو اس کوٹھی تک لے جائیں تو کیا آپ اس تہ خانے کو کھول سکتے ہیں؟"

"شاید میں ایسا کر سکوں۔ کیونکہ خفیہ بٹن کہاں رکھا گیا تھا، اب یاد آتا ہے یا نہیں، اس بارے میں یقین سے

کچھ نہیں کہا جا سکتا۔" اس نے کہا۔

"خیر۔ آپ چلیے تو سہی۔ کم از کم یہ تو بتا ہی سکیں گے کہ بٹن کس قسم کا تھا۔"

"میں چلا چلتا ہوں۔ وہیں جا کر کچھ بتا سکوں گا۔" اس نے الجھن کے عالم میں کہا۔

وہ اسے ساتھ لے کر کوٹھی پہنچے۔ وہ انہیں فوراً ایک کمرے میں لے گیا:

"یہ بات مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ تہ خانے کا دروازہ اس کمرے میں کھلے گا۔"

"اب مہربانی فرما کر بٹن یاد کریں۔"

وہ فرش کو بغور دیکھنے لگا۔ اچانک دروازہ کھل گیا۔ وہ گھبرا کر پیچھے ہٹ گیا۔

"کیا۔ یہ آپ کی کوشش سے کھلا ہے؟"

"نہیں! میں ابھی تک بٹن تلاش نہیں کر سکا۔"

"تب پھر نیچے سے کوشش کی گئی ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔ اور پھر انھوں نے محمود کو اُوپر آتے دیکھا۔

○

"حیرت ہے ابا جان! آپ اوپر تھے اور آپ نے ہماری دھپ دھپ کا کوئی جواب نہیں دیا؟"

"ہم نے ایسی کوئی آواز نہیں سنی۔"

"تہ خانہ ساؤنڈ پروف بنایا گیا تھا۔" اس کاری گر نے کہا۔

"اچھا جناب ـ آپ کا بہت بہت شکریہ ـ یہ تھوڑا سا معاوضہ وصول کر لیں۔" انسپکٹر جمشید نے چند نوٹ اس کی طرف بڑھا دیے۔

"نہیں نہیں ـ اس کی ضرورت نہیں۔" اس نے کہا۔

"رکھ لیں ـ آپ کے مالی حالات کچھ اچھے نظر نہیں آتے۔"

"بوڑھا ہو گیا ہوں نا ـ اس عمر میں کوئی مجھ سے کام نہیں کراتا ـ کہتے ہیں ـ جوان آدمی تم سے دوگنا کام کرتا ہے، پھر ہم تم سے کیوں کرائیں۔"

"اوہ! اب تو آپ کو کچھ زیادہ معاوضہ دینا ہو گا۔"

"جی ـ کیا مطلب؟"

"آپ یہ رکھ لیں ـ ان سے کوئی چھوٹا موٹا کام شروع کریں، اللہ تعالیٰ آپ کی مشکلات دُور فرمائے ـ آمین۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

بوڑھے نے تھر تھر کانپتے ہاتھوں سے نوٹ لے لیے ـ ان نوٹوں کو اس نے آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر دیکھا اور بولا:

"لیکن ـ یہ ـ یہ تو بہت زیادہ ہیں ـ کم از کم دس ہزار تو ہوں گے۔"

"آج کل چھوٹا موٹا کام بھی دس ہزار سے کم میں کیا شروع ہوتا ہے۔"

"لیکن ۔ میں تو آپ کے کسی کام بھی نہیں آ سکا۔ دروازہ تو ان لوگوں نے کھول لیا تھا۔"

"تو کیا ہوا ۔ آپ بس جائیں۔"

وہ حیرت زدہ سا چلا گیا ۔

"میں جلد از جلد آپ لوگوں کی کہانی سن لینا چاہتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید بولے ۔

"کیوں ! کیا کوئی بات پریشانی والی ہے؟" محمود نے حیران ہو کر پوچھا ۔

"یونہی سمجھ لو۔"

انھوں نے تمام حالات سنا دیے ۔ انسپکٹر جمشید کی پیشانی پر بل پڑ گئے ۔

"ادریس بخاری صاحب ۔ آپ نے یہ تہ خانہ خود بنوایا تھا پھر اندر قید رہنے کی کیا ضرورت تھی؟"

"یہ ۔ یہ آپ کیا کہ رہے ہیں ۔ میں نے تہ خانہ خود بنوایا تھا۔"

"ہاں ! میں نے تو یہی سنا ہے۔"

"یہ بات بالکل غلط ہے ۔ میرے تو علم میں بھی یہ

بات نہیں کہ میری کوٹھی کے نیچے ایک عدد تہ خانہ موجود ہے۔"

"حیرت ہے۔ اس کوٹھی کو بنے ہوئے قریباً نو سال ہونے کو آئے۔ نو سال تک اگر تہ خانہ بند رہا ہے تو پھر۔ تو اس میں خوفناک قسم کی گھٹن ہونی چاہیے تھی، لیکن ہم نے گھٹن نام کی کوئی چیز نیچے محسوس نہیں کی۔" محمود نے کہا۔

"اکرام۔ یہ مسئلہ اس طرح حل نہیں ہو گا۔ راجا برادرز کو فوراً یہاں لے آؤ۔ اور ان سے کہنا۔ نو سال پہلے کا ضروری ریکارڈ ساتھ لائیں۔ تاکہ بار بار نہ آنا جانا پڑے۔"

"جی بہتر!" اس نے کہا اور چلا گیا۔

"میں بھی اس تہ خانے کو دیکھنا پسند کروں گا۔"

"ضرور دیکھیے۔" وہ بولے۔

انسپکٹر جمشید نیچے اُتر گئے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ نے ان کا ساتھ دیا، لیکن ادریس بخاری اور اس کے بیوی بچے جُوں کے تُوں کھڑے رہے، شاید وہ تہ خانے سے اب بھی خوف زدہ تھے۔

بلب کی روشنی میں انھوں نے تہ خانے کا جائزہ لیا۔ تہ خانہ بہت نفاست سے بنایا گیا تھا۔ ہوا کی آمد و رفت کا انتظام اگرچہ خفیہ رکھا گیا تھا، لیکن ایسا تھا کہ ذرا بھی محسوس نہیں ہو رہا تھا کہ وہ کسی تہ خانے میں ہیں۔ انسپکٹر جمشید نے فرش کا بغور جائزہ لیا اور پھر سیدھے ہوتے ہوئے بولے:

" یہ تہ خانہ مسلسل استعمال میں رہا ہے۔"

" آپ کا مطلب ہے۔ بند نہیں پڑا رہا، اس سے کام لیا جاتا رہا ہے۔" فرزانہ کے لہجے میں حیرت تھی۔

" ہاں! یہاں فرنیچر اور چند ایک مشینیں بھی موجود رہی ہیں۔ شاید جعلی نوٹ چھاپنے کی مشینیں۔"

" اوہ! تو یہ بات ہے۔"

" یہ صرف میرا اندازہ ہے۔ جو غلط بھی ہو سکتا ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

" یہی تو مشکل ہے کہ آپ کے اندازے بہت کم غلط ثابت ہوتے ہیں۔"

" اس کا مطلب ہے۔ یہ ادریس بخاری جعلی نوٹ چھاپتے رہے ہیں۔ اور اب انھوں نے یہ ڈراما رچایا ہے۔ تاکہ اس تہ خانے کی موجودگی کا دوسروں کو بھی پتا چل جائے شاید اب یہ اس کام سے تنگ آ چکے ہیں۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

" ابھی یہ نہیں کہا جا سکتا کہ تہ خانہ کون استعمال کرتا رہا ہے۔ آؤ اوپر چلیں۔"

وہ اوپر آئے تو ادریس بخاری ان کے لیے کرسیاں اور میز وغیرہ اس کمرے میں لگا چکا تھا۔

"میں نے سوچا۔ آپ یہیں ٹھہرنا پسند کریں گے۔"

"ہاں ! شکریہ۔" وہ بولے۔

"تو کیا بخاری صاحب۔ آپ کو واقعی اس تہ خانے کے بارے میں کوئی علم نہیں تھا۔" محمود بولا۔

"نہیں۔ بالکل نہیں۔"

"تہ خانہ نو سال تک استعمال ہوتا رہا۔ اور آپ کو پتا تک نہ چل سکا۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"آپ شاید بھول گئیں۔ اس کاری گر نے کہا تھا تہ خانہ بالکل ساؤنڈ پروف ہے۔" ادریس بخاری بولا۔

"اوہ ہاں واقعی۔" وہ چونک کر بولی۔

"لیکن اگر آپ کو واقعی اس بارے میں کچھ معلوم نہیں۔ اور تہ خانہ کام میں بھی لایا جاتا رہا ہے تو پھر اس تہ خانے کا کوئی دوسرا راستا ضرور ہے۔"

"اوہ۔ ہاں۔ اس کے بغیر کوئی دوسرا کس طرح اسے استعمال کر سکتا ہے۔"

"اور آپ کو یہ بھی بتا دوں۔ تہ خانہ جعلی نوٹ چھاپنے کے لیے استعمال ہوتا رہا ہے۔"

"اوہ اوہ۔" وہ گھبرا کر بولا۔ اس کی بیگم بھی دھک سے رہ گئیں۔

انھوں نے بغور ان کی طرف دیکھا کہ کہیں ایکٹنگ تو نہیں کر رہے ۔ انھیں ایکٹنگ نظر نہیں آئی ۔ اب یا تو وہ بہت ماہر ایکٹر تھے ۔ یا پھر سچے تھے ۔

آخر اکرام راجا برادرز کے ساتھ اندر داخل ہوا ۔ یہ دو بھائی تھے ۔ راجا شاکر ، راجا باقر دونوں کی شکل صورت بھی بالکل ایک جیسی تھی ۔

" کیا آپ جڑواں بھائی ہیں ؟" انسپکٹر جمشید بولے ۔

" اندازہ درست ہے ۔" وہ مسکرائے ۔ دونوں ایک ساتھ بولے

" راجا برادرز کمپنی آپ دونوں کی ہے یا اس کے کچھ اور حصے دار بھی ہیں ؟"

" جی ۔ صرف ہماری ۔" دونوں بولے ۔

" کیا آپ اسی طرح باتیں کرتے ہیں ، میرا مطلب ہے ۔ ہر بات کا جواب دونوں دیتے ہیں ؟"

" یہ ضروری نہیں ۔" اس مرتبہ ایک نے کہا ۔

" شکریہ ۔ تو پھر ایک ہی جواب دیں ۔ یہ کوٹھی آپ سے بنوائی گئی تھی ۔ کیا یہ بات ٹھیک ہے ؟"

" بالکل ٹھیک ہے ۔"

" اور یہ تہ خانہ ؟"

" یہ تہ خانہ بھی ہم نے بنوایا تھا ۔" راجا شاکر نے کہا ۔

"شکریہ! اب یہ بتائیں۔ تہ خانہ کس کے کہنے پر بنایا تھا؟" انسپکٹر جمشید بولے۔

"صاف ظاہر ہے۔ ادریس بخاری کے کہنے پر بنوایا تھا۔"

"غلط۔ بالکل غلط۔ میں نے تہ خانہ بنانے کا کوئی حکم نہیں دیا تھا۔" ادریس بخاری نے چلّا کر کہا۔

"اگر آپ حکم نہ دیتے تو بھلا ہم کیوں بناتے۔"

"ٹھہریے۔ میں اس مسئلے کو حل کیے دیتا ہوں۔ آپ نے جب بل وصول کیا۔ تو اس میں تہ خانے کا ذکر بھی موجود ہو گا، صاف ظاہر ہے۔ بل کے بغیر تو آپ تہ خانہ بنانے سے رہے۔"

"ہاں بالکل۔" وہ ایک ساتھ بولے۔

"میں یہی کہتا ہوں۔" ادریس بخاری نے مسکرا کر کہا۔

"شکریہ! وہ بل پیش کریں۔"

انھوں نے ایک منٹ کے اندر بل نکال کر دکھا دیا ——— انھوں نے بغور بلوں کا جائزہ لیا۔ اور پھر ادریس بخاری کی طرف دیکھ کر انسپکٹر جمشید بولے:

"اس میں تو تہ خانے کی پوری پوری تفصیل موجود ہے۔ اور یہاں لکھا ہے کہ بل وصول پا یا گیا۔ دستخط ان دونوں کے ہیں۔"

"میں نے اس تہ خانے کے لیے کوئی رقم ادا نہیں کی۔

میری بات بھی نوٹ کر لیں ۔ میں بھی مکمل ریکارڈ رکھتا ہوں ۔ کوٹھی کا جتنا بل ان لوگوں کو ادا کیا تھا ۔ میرے پرانے ریکارڈ میں لکھا ہوا مل جائے گا۔"

"آپ وہ ریکارڈ کتنی دیر میں نکال لیں گے؟"

"زیادہ سے زیادہ آدھ گھنٹے میں۔"

"ہوں ۔ ٹھیک ہے ۔ نکال لائیں۔"

"لیکن ہم اتنی دیر تک یہاں بیٹھے نہیں رہ سکتے جناب ۔ ہمارے کاروبار کا مسئلہ ہے۔" راجا شاکر نے کہا۔

"آپ کو بیٹھنا ہو گا۔" انسپکٹر جمشید سرد آواز میں بولے۔ دونوں بُری طرح سہم گئے ۔

"اسے کہتے ہیں سرکاری ڈانٹ۔"

"سرکاری ٹانگ تو سُنا تھا، اب سرکاری ڈانٹ بھی سُن لیا ۔ آگے آگے دیکھیے ۔ کیا کیا سُننا پڑتا ہے۔" فاروق نے بُرا سا منہ بنایا ۔

"اپنی سرکاری چونچ بند رکھو۔" محمود نے منہ بنایا۔

"سُن لیا آپ نے ابا جان۔"

"ہاں ! نہیں تو ۔ کیا کہا اس نے۔" انسپکٹر جمشید چونک اُٹھے وہ کسی گہری سوچ میں گم تھے ۔

"بس رہنے دیں ۔ آپ مزے سے سوچ میں گم رہیے۔"

" یہ ہم کس مصیبت میں پھنس گئے "۔ راجا باقر نے بھنّا کر کہا۔

" مصیبت میں تو بے چارے ادریس بخاری بھی پھنس گئے "۔ فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

" آپ انھیں بے چارے کہہ رہے ہیں۔ انھوں نے تہ خانہ بنوایا اور اب انکار کر رہے ہیں، آپ ذرا خود سوچیے۔ آخر ہم خود بخود تہ خانہ کیوں بناتے۔ اور ہمیں اس کے بنانے سے کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا؟"

" اس سوال کا جواب تو میں دے سکتا ہوں "۔ انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

" جی۔ کیا مطلب؟"

عین اس وقت ادریس بخاری کمرے میں داخل ہوا۔ اس کے ہاتھ میں ایک کھاتہ تھا کھاتے کو درمیان سے کھول کر اس نے ان کے سامنے رکھ دیا۔

" یہ چیک کر لیں۔ اس میں تہ خانے کی کوئی ادائیگی نہیں ہے "۔

انھوں نے بغور حسابات چیک کیے۔ راجا برادرز کے حساب میں تہ خانے کی رقم ادا کی گئی تھی۔ لیکن ادریس بخاری کے حساب میں کوئی رقم تہ خانے کے سلسلے کی ادا نہیں

کی گئی تھی ۔

" یہ تو معاملہ اور اُلجھ گیا۔"

" ان معاملات میں بس یہی بات بُری ہے ۔ کہ جب اُلجھنے پر آتے ہیں تو اُلجھتے ہی چلے جاتے ہیں۔" فاروق نے جھلّا کر کہا ۔

" ان حسابات کی چیکنگ کرائی جائے گی۔ دونوں کھاتے میرے پاس رہنے دیں۔"

" جی بہتر! مجھے تو کوئی اعتراض نہیں ہے۔" ادریس بخاری نے کہا ۔

" اور نہ ہمیں۔" راجا برادرز بولے ۔

" راجا برادرز فی الحال آپ جا سکتے ہیں ۔ضرورت پڑنے پر آپ کو زحمت دی جائے گی۔"

" بہت بہتر! دونوں نے اُلجھن کے عالم میں کہا اور چلے گئے۔

" اب ہم بھی رخصت ہوتے ہیں ۔ اگر کوئی خاص بات ہو تو فون کر دیں۔"

" اچھی بات ہے۔" اس نے کہا۔

وہ وہاں سے گھر کی طرف روانہ ہوگئے ۔ ایسے میں انسپکٹر جمشید نے چونک کر کہا :

" اوہو — ہیں. جمال آفریدی والا معاملہ تو بھول ہی گیا۔"

" جمال آفریدی — وُہ مُلک کا مشہور و معروف دولت مند؟" محمود نے حیران ہوکر پُوچھا۔

" ہاں! وُہی۔" وُہ بولے۔

" اس کا کیا معاملہ ہے؟"

" اسے دُنیا کے سب سے بڑے سمگلر مون ٹاک کی طرف سے دھمکی ملی ہے۔"

" ج — جی — کیا فرمایا — آپ نے — مون ٹاک کی طرف سے دھمکی۔" فاروق ہکلایا۔

" ہاں! میں جانتا ہوں — تم کیوں حیران ہو — ادریس بخاری کو بھی مون ٹاک کی طرف سے دھمکی ملی تھی — لیکن دونوں دھمکیوں میں فرق ہے — ایک کو دھمکی ملی تھی، کوٹھی خالی کرنے کی، دوسرے کو دھمکی ملی ہے مطالبہ پورا کرنے کی۔" یہ کہ کر انھوں نے تفصیل سُنا دی۔

" ہوں! لیکن ہے تو دونوں طرف مسٹر مون ٹاک۔" محمود بڑبڑایا۔

" ہاں! اور مزے کی بات یہ کہ — اب ادریس بخاری کو یہ خیال تک نہیں آیا کہ اسے تو کوٹھی خالی کر دینے کا حکم دیا گیا تھا۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

" اس تہ خانے والے معاملے نے سب کو چکرا کر رکھ دیا،

شاید اس لیے اسے یاد نہیں رہ گیا۔" محمود نے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ ان حالات میں اسے کوٹھی میں رہنا چاہیے یا نہیں۔" فرزانہ نے پُر زور انداز میں کہا۔

"اس سوال کا جواب تو ادریس بخاری ہی دے گا۔"

جونہی وُہ گھر میں داخل ہوئے، فون کی گھنٹی بجنے لگی۔ وُہ جلدی سے اندر داخل ہوئے، ریسیور اُٹھایا تو ادریس بخاری کی آواز سنائی دی:

"دھمکی پھر ملی ہے جناب۔"

کھٹکے کی آواز

"اب کیا کہتا ہے وہ؟" انسپکٹر جمشید چونک اُٹھے۔
"اب بھی اس کا وہی مطالبہ ہے۔ یہ کہ کوٹھی خالی کر دو۔"
"اچھی بات ہے، آپ کوٹھی تو پہلے ہی خالی کر چکے ہیں۔"
"میں نہیں جناب۔ وہ نامعلوم لوگ۔ جو آپ کے بچوں کو کوٹھی کے باہر ملے تھے۔ صفایا تو انھوں نے کیا ہے۔"
"خیر۔ یونہی سہی۔ آپ اپنے کسی دوست یا عزیز کے ہاں منتقل ہو جائیں۔"
"یہ آپ کیا کہ رہے ہیں"۔ ادریس بخاری کے لہجے میں حیرت تھی۔
"بلا وجہ آپ خطرے میں کیوں پڑیں۔ آپ کے چلے جانے کے بعد، ہم اپنا کام کریں گے اور یہ معلوم کریں گے کہ وہ کون ہے۔ جو آپ کی کوٹھی پر قبضہ کر لینا چاہتا ہے اور کیوں۔ آپ جہاں بھی ٹھہریں، ہمیں فون پر بتا دیں۔"

"بہت بہتر! جیسے آپ کی مرضی" اس نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

انھوں نے اکرام کو فون کیا اور بولے:

"اکرام! تم اپنے خاص آدمی ادریس بخاری کی کوٹھی کی نگرانی پر لگا دو۔ ہم ذرا جمال آفریدی کی طرف جا رہے ہیں۔ مگر نہیں۔ وہاں میں محمود، فاروق اور فرزانہ کو بھیج رہا ہوں۔ وہ بھی میک اَپ میں۔"

"او کے سر" اکرام نے کہا۔

وہ ریسیور رکھ کر ان کی طرف مڑے:

"چلو بھئی۔ اب میک اپ کرواؤ" فاروق نے گھبرا کر کہا میک اَپ کرانے سے اس کی جان جاتی تھی۔

"مجبوری ہے، کیا کیا جائے" فرزانہ نے کندھے اچکائے۔

"ہمیں وہاں جا کر کرنا کیا ہوگا ابا جان؟"

"جو بھی تم کر سکو۔ میں تمھیں پوری اجازت دیتا ہوں" وہ مسکرائے۔

"بھئی واہ۔ اب آئے گا مزا۔ کھل کر کام کر سکیں گے" محمود نے خوش ہو کر کہا۔

"پہلے تم بہت بند رہ کر کام کرتے ہو نا" فاروق نے اسے گھورا۔

"سوال یہ ہے کہ جمال آفریدی اس تصویر کی موجودگی میں مون ٹماک کا ساتھی ہونے سے انکار کیسے کر سکتا ہے؟"

"ہاں! یہ بات عجیب ہے، لیکن بہرحال وہ انکار کرتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ اس معاملے میں اگر ہم نے ان کی مدد نہ کی تو پھر اسے مجرم ثابت ہونے سے کوئی نہیں روک سکتا!"

"آپ بھی اسے کس طرح بے گناہ ثابت کریں گے آخر؟"

"مجھے ضرورت نہیں۔ حالات اور واقعات نے اگر اسے بے گناہ ثابت کر دیا تو اور بات ہے، ویسے میں ایک خیال قائم کر سکتا ہوں۔ فرض کرو۔ کسی ملک کے کانگو ہوٹل کے ہال میں جمال آفریدی بیٹھا کھانا کھا رہا ہے، ایسے میں پروگرام کے مطابق مون ٹماک اس کی میز پر آ بیٹھا۔ اور دوسری طرف اس کے آدمیوں نے وہ فلم تیار کرنا شروع کر دی۔ کھانا کھانے والوں کی آوازوں کا شور اس قدر تھا کہ فلم میں ان کی گفتگو سُنائی نہیں دے رہی۔ ان حالات میں ہم اسے کس طرح مجرم قرار دے سکتے ہیں؟"

"تب پھر وہ یہ بات کیوں نہیں کہہ دیتے؟"

"تم نے ابھی فلم نہیں دیکھی۔ دراصل فلم میں بالکل صاف نظر آتا ہے کہ مون ٹماک جمال آفریدی کو ایک پیکٹ دے رہا ہے اور وہ پیکٹ وصول کر رہا ہے۔ اب سوال یہ ہے

کہ وہ پیکیٹ کیسا تھا ؟ کیا اس میں سمگل شدہ چیزیں تھیں یا ایسی چیزیں تھیں جنھیں سمگل کرنا تھا ۔ اس پیکیٹ کے بارے میں جمال آفریدی کے پاس کوئی جواب نہیں ۔ وُہ تو یہ کہتا ہے کہ اس کی مون ٹاک سے کوئی مُلاقات نہیں ہوئی ۔ وُہ یہ بھی کہتا ہے کہ اس نے مون ٹاک سے کوئی چیز کبھی وصول نہیں کی ، لیکن وہ فلم اس کے اس بیان کی نفی کرتی ہے ۔ اس کے علاوہ مسٹر جمال آفریدی بھی کم پُر اسرار آدمی نہیں ہے ۔ ہر ملک کے دارالحکومت میں کانگو ہوٹل کا کمرہ نمبر ۱۱ اس کے نام سارا سال بُک رہتا ہے ۔ وہ جب جی چاہے وہاں جا سکتا ہے اور ان کمروں میں قیام کر سکتا ہے ۔ یہاں تک کہ اپنے مُلک کے ہوٹل کانگو کے کمرہ نمبر ۱۱ میں بھی ۔ اس قدر مشہور آدمی کی ملاقات اگر اس قدر مشہور سمگلر مون ٹاک سے ہو تو وُہ عام اور سرسری ملاقات نہیں ہو سکتی ۔"

" گویا آپ بھی یہ کہتے ہیں کہ جمال آفریدی کا مون ٹاک سے کوئی تعلق ضرور ہے ۔"

" ہاں ! میں تو یہی سمجھا ہوں ۔"

" اچھی بات ہے ۔ اب ہم وہاں رہ کر ہی جائزہ لیں گے ، اسے ہمارے وہاں رہنے پر کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا ؟"

" نہیں ۔ میں اس سے کہ چکا ہوں ۔ ایک بار پھر فون

ہو کر کہ دیتا ہوں۔"

انھوں نے میک اَپ کرایا اور جمال آفریدی کے بنگلے کی طرف روانہ ہو گئے۔ انھوں نے اس کی دولت کے بارے میں بہت کچھ سُن رکھا تھا۔ آج اس سے ملنے اور اس کے بنگلے میں ٹھہرنے جا رہے تھے۔ انھیں عجیب سا لگ رہا تھا، دراصل وہ تکلفات کے عادی نہیں تھے۔ اور بہت امیری انھیں پسند نہیں تھی۔ سادہ رہنا اور سادہ زندگی بسر کرنا پسند تھا انھیں۔

بنگلے کے سامنے وُہ کار سے اُترے۔ بنگلہ کیا تھا۔ ایک شاہی محل تھا جسے بنگلے کا نام دے دیا گیا تھا۔ اس کی پیشانی پر موٹے اور چمک دار حروف میں آفریدی ہاؤس لکھا تھا۔ ہاؤس کا لفظ پڑھ کر انھیں حیرت ہوئی۔ یہاں تو آفریدی پیلیس لکھا ہونا چاہیے تھا۔ محمود نے آگے بڑھ کر دروازے پر گھنٹی کا بٹن دبایا۔ ایک منٹ بعد ملازم نمودار ہو کر بولا:

"جی فرمائیے۔"

"ہم جمشید احمد صاحب کے..."

"اوہ اچھا۔ آئیے آئیے۔ صاحب نے ہمیں بتا دیا تھا۔"

وُہ انھیں ساتھ لے کر اندر داخل ہوا۔ انھیں ایک طویل

راہداری عبور کرنا پڑی۔ تب کہیں جا کر ایک کمرے میں داخل ہ
یہ اس محل کا ڈرائنگ روم تھا:
"میں ابھی اندر اطلاع کرتا ہوں۔"
"شکریہ۔ آپ کا نام کیا ہے؟"
"میرا نام۔ کیوں؟" اس کے لہجے میں حیرت تھی۔
"بس ایسے ہی۔ ہمیں یہاں چند دن تک رہنا ہے نا۔"
"میں شکور دین ہوں۔"
"اللہ کا شکر ہے کہ آپ شکور دین ہیں۔" فاروق مسکرایا۔
"جی کیا مطلب؟" وہ چونکا۔
"آپ کس کس بات کا مطلب معلوم کریں گے، جائیے او
جمال آفریدی صاحب کو اطلاع دیجیے۔" محمود نے جھلا کر کہا اور ساتھ
میں فاروق کو گھورا بھی۔ ملازم حیرت زدہ سا چلا گیا۔
"کچا چبا جانے کا ارادہ ہے کیا؟" فاروق نے گھبرا کر کہا۔
"ہونا یہی چاہیے۔" فرزانہ بول اٹھی۔
"آدم خور کہلاؤ گے۔" فاروق نے گویا خبردار کیا۔
"چلو! تمہاری زبان سے تو چھٹی مل جائے گی۔"
"لیکن یہ چھٹی تمہیں بہت مہنگی پڑے گی۔" فاروق بولا۔
"آہستہ آہستہ سستی ہوتی چلی جائے گی۔" فرزانہ نے فوراً کہا۔
"معلوم ہوتا ہے، ترکی بہ ترکی جواب دینے پر ادھار

کھائے بیٹھی ہو، لیکن کان کھول کر سُن لو ، میں تمھاری دال نہیں گلنے دوں گا۔" فاروق نے روانی کے عالم میں کہا۔

" دھت تیرے کی ۔ ایک جملے میں چار محاورے گھسیڑ دیے۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا ۔

" اگر زیادہ ہیں تو ایک آدھ کم بھی ہو سکتا ہے۔"

اسی وقت قدموں کی آواز سُنائی دی اور جمال آفریدی اپنے دو بیٹوں کے ساتھ اندر داخل ہوئے :

" یہ ۔ یہ کیا ۔ یہ انسپکٹر جمشید کے بچے تو نہیں ہیں۔" ان کا بیٹا گڑ بڑا گیا ۔ جمال آفریدی مسکراتے اور بولے :

" یہ تینوں اس وقت میک اَپ میں ہیں ۔ احتیاطاً ایسا کیا گیا ہے۔"

" اوہ اچھا !" وہ ایک ساتھ بولے ۔

پھر انھوں نے آپس میں ہاتھ ملائے :

" ہم نے وُہ تصویر اور وڈیو فلم دیکھی ہے ، آپ اس کے بارے میں کیا کہتے ہیں ؟"

" صرف اور صرف یہ کہ میں نے مون ٹاک سے کوئی ملاقات نہیں کی ۔"

" تب پھر آپ یا آپ کے وکیل کس طرح آپ کو بے گناہ ثابت کریں گے ؟" فرزانہ نے پوچھا ۔

"میں اسی فکر میں تو دُبلا ہو رہا ہوں۔" انھوں نے کہا۔
"ایک جواب تو میں بتا سکتی ہوں۔"
"اور وہ کیا؟" جمال آفریدی اچھل پڑے۔
"یہ کہ - جس شخص سے تصویر اور فلم میں آپ
بات چیت کر رہے ہیں اور کھانا کھا رہے ہیں ۔ وہ
دراصل آپ نہیں ہیں ۔ آپ کے میک اپ میں کسی دوسرے
آدمی کو مون ٹاک کے سامنے بٹھایا گیا تھا اور فلم بنائی گئی
تھی۔" فرزانہ نے کہا۔
"اوہ اوہ ۔ یہ تو مسئلہ حل ہو گیا۔" انھوں نے پُرجوش
انداز میں کہا۔
"کمال ہے ۔ یہ بات ہم میں سے کسی کی سمجھ میں
کیوں نہیں آئی۔"
"یہ بات آپ اس سے پوچھیں کہ وہ آپ کی سمجھ میں کیوں
نہیں آئی۔" فاروق مسکرایا۔
"ایک منٹ ۔ پہلے میں اپنے وکیل سے اس پہلو پر بات
کر لوں۔" انھوں نے کہا اور جلدی جلدی نمبر گھمانے لگے ۔ پھر
چہک کر بولے۔
"ہیلو وکیل صاحب ۔ ایک بہت زور دار خیال کسی نے
دیا ہے ۔ اگر آپ عدالت میں وہ خیال پیش کریں تو معاملہ

صاف ہو سکتا ہے اور وہ یہ کہ مون ٹماک کے سامنے دراصل میں نہیں۔ میرے میک اپ میں کسی شخص کو بٹھایا گیا ہے۔"

یہ کہہ کر وہ دوسری طرف کی بات سننے لگے۔ تھوڑی دیر ہوں ہاں کرنے کے بعد آخر انھوں نے تھکے تھکے انداز میں ریسیور رکھ دیا اور بولے:

"نہیں بھئی۔ اس طرح بھی کام نہیں بنے گا۔"

"کیوں جناب"۔ فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

"وکیل صاحب کا کہنا ہے کہ مختلف دعوتوں میں میری نہ جانے کتنی وڈیو فلمیں ہیں۔ ان میں ہاتھوں کی حرکات، جسم کی حرکات کا جائزہ لیا جائے گا اور پھر مون ٹماک والی فلم میں ہاتھوں اور جسم کی تمام حرکات نوٹ کی جائیں گی۔ اس طرح ہماری طرف سے پیش کردہ دلیل کاٹ دی جائے گی۔ ایک شخص سے میک اپ میں کام تو لیا جا سکتا ہے، لیکن سو فیصد وہ حرکات نہیں کر سکتا۔ جو اصل آدمی کی ہوتی ہیں۔ خود اصل آدمی کو بھی معلوم نہیں ہوتا کہ وہ کس کس طرح ہلتا جلتا ہے... اور پھر اس فلم میں ایک اور مسئلہ بھی ہے۔" یہاں تک کہہ کر وہ رک گئے۔

"اور وہ مسئلہ کون سا ہے؟"

"فلم میں ہوٹل کی میزیں اور کرسیاں صاف نظر آ رہی

ہیں۔ یہ کہ وہ ہوٹل کانگو کی ہیں۔ لیکن کون سے ہوٹل کی ہیں، یعنی کون سے ملک کے ہوٹل کانگو کی ہیں۔ ابھی یہ کسی کو معلوم نہیں۔ اب اگر ہوٹل کے بارے میں معلوم ہو جائے اور یہ بھی معلوم ہو جائے کہ ان تاریخوں میں میں اس ہوٹل میں ہی تھا تو دشمنوں کا منصوبہ اور بھی مضبوط ہو جاتا ہے۔ فلم پر تاریخ بھی موجود ہے۔"

"تب پھر۔ آپ کے لیے یہ جاننا کیا مشکل ہے کہ آپ ان تاریخوں میں کہاں تھے۔" محمود نے حیران ہو کر کہا۔

"مجھے معلوم ہے کہ میں ان تاریخوں میں کہاں تھا۔" انھوں نے مردہ آواز میں کہا۔

"کہاں تھے آپ؟"

"جرمنی کے دارالحکومت میں۔"

"اور فلم میں جس ہوٹل کی میزیں اور کرسیاں نظر آ رہی ہیں، وہ جرمنی کا ہی ہے۔"

"ہاں بالکل۔"

"آپ کا مطلب ہے۔ جس تاریخ کی یہ فلم ہے۔ آپ اس تاریخ کو جرمنی کے ہوٹل کانگو میں ہی موجود تھے۔"

"ہاں! میری ڈائری یہی کہتی ہے۔" وہ بولے۔

"اور آپ نے اس میز پر کھانا بھی کھایا تھا؟"

"بالکل کھایا تھا۔ میز نمبر ۱۱ میرے لیے مخصوص ہے وہاں بھی۔ لیکن میرے سامنے اس وقت مون ٹاک ہرگز نہیں تھا، بلکہ میرے سامنے والی کرسی خالی تھی۔ بس سب سے عجیب بات یہ ہے۔"

"حیرت ہے۔ اس طرح تو معاملہ اور اُلجھ جاتا ہے۔"

"ہاں! یہی تو مشکل ہے۔ ورنہ میرا وکیل اس شہر کا سب سے بڑا وکیل ہے۔ وہ اس کیس کی دھجیاں اُڑا دیتا، لیکن اس کا کہنا ہے کہ ہم یہ کیس جیت نہیں سکتے۔ ثبوت انتہائی مکمل ہے۔"

"تب پھر آپ یہ بات تسلیم کر لیں کہ آپ مون ٹاک کے ساتھی ہیں۔"

"کیسے تسلیم کر لوں۔ جب کہ میں ہوں نہیں۔"

"آپ یہ چیز اب ہمارے والد صاحب کے سامنے لے آئے ہیں۔ مون ٹاک اگر فلم اور تصویر کو اخبارات میں شائع نہ کرائے تو بھی آپ پر کیس چلے گا۔ ابا جان اس معاملے کو عدالت میں لے جائے بغیر تو نہیں رہیں گے۔"

"تب پھر انھوں نے آپ لوگوں کو یہاں کیوں بھیجا ہے۔"

ان کے لہجے میں حیرت تھی۔

"یہ اطمینان کرنے کے لیے کہ کہیں آپ واقعی بے گناہ تو نہیں ہیں۔ ہمارے والد صاحب اُس وقت تک کسی مجرم پر

ہاتھ نہیں ڈالتے جب تک کہ انھیں سو فی صد یقین نہیں جاتا کہ فلاں آدمی مجرم ہے۔ جب انھیں یقین ہو جاتا ہے تو پھر بھی اس وقت تک گرفتار نہیں کرتے جب تک کہ اس کے خلاف ثبوت حاصل نہ کرلیں۔ دوسرے پولیس والوں کی طرح نہیں۔ وہ لوگ پہلے ایسے شخص کو گرفتار کرتے ہیں۔ جس پر شک ہوتا ہے کہ فلاں جرم اس نے کیا ہے گرفتار کرنے کے بعد رات کے وقت اس پر ظلم کی انتہا کر دیتے ہیں کہ اقبالِ جرم کرو۔ وہ بے چارہ جب مار کھا کھا کر عاجز آ جاتا ہے۔ جب اس کی ہڈیاں کڑکڑا کر رہ جاتی ہیں تو پھر وہ پکار اٹھتا ہے۔ ہاں! میں نے یہ جرم کیا ہے۔ چاہے اس نے کیا ہے یا نہیں"۔

"ہاں! یہ ٹھیک ہے۔ خیر آپ ضرور اطمینان کرلیں ہمیں کوئی اعتراض نہیں"۔ بڑے لڑکے نے کہا۔

"آپ کے نام کیا ہیں بھلا؟" محمود نے کہا۔

"میں کمال آفریدی ہوں اور یہ عرفان آفریدی"۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی۔ جمال آفریدی نے چونک کر ریسیور اٹھایا۔ ساتھ ہی انھوں نے فون کا ایک بٹن دبا دیا۔ اب دوسری طرف کی آواز پورے کمرے میں سنی جانے لگی۔ کوئی کہہ رہا تھا:

"ہیلو ۔ جمال آفریدی ۔ کیا سوچا ہے"؟
"آپ کون صاحب ہیں اور کس سلسلے میں بات کر رہے ہیں"۔ جمال آفریدی نے بھنا کر کہا۔
"اتنا انجان بننا ٹھیک نہیں ۔ میں مون ملاک ہوں تمہارا پرانا ساتھی ۔ برسوں پرانا"۔
"یہ غلط ہے ۔ جھوٹ ہے ۔ میں کبھی بھی تمہارا ساتھی نہیں رہا ۔ سمگلنگ سے میرا دور کا بھی واسطہ نہیں رہا اور نہ ہے"۔
"ہوں ! تو تم میرے پیش کردہ ثبوت کو نامکمل خیال کرتے ہو"؟
"ہاں بالکل ۔ میرا وکیل اس ثبوت کو غلط ثابت کر دے گا"۔ وہ بولے ۔
"نہیں کر سکے گا ۔ اور پھر مجھے اس سے غرض نہیں کہ عدالت میں کیا ہوتا ہے ۔ میں تو اس سے پہلے وہ فلم اور تصویر اخبارات کو دے دوں گا ۔ اخبارات جانیں اور آپ جانیں"۔
"تت ۔ تم ۔ تم ایسا نہیں کر سکتے"۔ جمال آفریدی چلائے ۔
"مجھے ایسا کرنے سے کون روک سکے گا بھلا"۔ وہ ہنس کر بولا ۔
"آخر تم چاہتے کیا ہو"؟

"ہاں! اب آئے ہیں سیدھے راستے پر۔ دراصل مجھے رقم کی شدید ضرورت ہے ۔صرف دو ارب۔"

"کیا کہا۔ دو ارب روپے۔ دماغ تو نہیں چل گیا۔"

"کیوں! کیا اتنی دولت ادا کرنا تمھارے لیے مشکل ہے۔"

"پتا نہیں ۔ مشکل ہے یا آسان ۔لیکن میں یہ تمھیں نہیں دوں گا۔"

"تب پھر۔ صبح اخبارات دنیا کی حیرت انگیز کہانی سنائیں گے ۔ مون ٹاک اور جمال آفریدی کے جوڑ توڑ کی کہانی ، تصاویر کے ساتھ تفاصیل بھی ہوں گی ۔ جن جن تاریخوں میں آپ مجھ سے لین دین کر چکے ہیں ۔ان تاریخوں میں اپنی موجودگی آپ کہیں اور ثابت نہیں کر سکیں گے۔"

"اُف ۔ یہ تم کیا کر رہے ہو ۔ میں نے تو آج تک تمھیں دیکھا تک نہیں۔"

"ایک منٹ جناب ۔میں دخل اندازی کی معافی چاہتا ہوں، دو ارب روپے آپ کو کس طرح ادا کیے جائیں گے؟"

"یہ کون بولا؟"

"میرے ایک مہمان جو اس وقت اتفاق سے کمرے میں موجود ہیں۔"

"نہیں! یہ آواز انسپکٹر جمشید کے بڑے بیٹے محمود کی ہے ۔"

میرے کان دھوکا نہیں کھا سکتے ہیں۔"

"حیرت ہے۔ ہماری تو آپ سے کبھی ملاقات نہیں ہوئی، پھر آپ نے میری آواز کس طرح پہچان لی؟"

"میں اتنا بے خبر نہیں۔ ادائیگی کا طریقہ میں اُس وقت بتاؤں گا۔ جب آفریدی صاحب تیار ہو جائیں۔"

"ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔" وہ چلّائے۔ اسی وقت ایک کھٹکے کی آواز سُنائی دی۔

پُرانی دُشمنی

"یہ آواز کیسی تھی؟" جمال آفریدی کے منہ سے نکلا، لیکن دُوسری طرف سے مون ٹاک کی آواز سُنائی نہ دی۔ جب کہ سِلسلہ بند نہیں ہوا تھا۔

"مسٹر مون ٹاک۔ آپ اس طرف موجود ہیں نا؟" فرزانہ نے چونک کر کہا۔

دوسری طرف سے کوئی جواب نہ ملا، سلسلہ ابھی بھی نہیں کٹا تھا:

"مسٹر مون ٹاک۔ آپ بات کیوں نہیں کرتے؟"

"ہاں! میں بات کر رہا ہوں۔" اچانک آواز سنائی دی۔

"کیا ہوگیا تھا جناب؟" محمود نے پوچھا۔

"کچھ نہیں ہوا تھا۔ ہاں تو مسٹر جمال آفریدی۔ آپ صاف صاف الفاظ میں بتائیں۔ رقم ادا کر رہے ہیں یا میں وہ فلم اور تصویر اخبارات کو دے دوں؟"

" ہاں! دے دو۔ میں رقم نہیں دوں گا" وہ بولے۔
" کیا یہ آپ کا آخری فیصلہ ہے؟"
" ہاں! بالکل آخری"
" کیا آپ نے یہ سوچ لیا ہے کہ آپ کی زندگی بالکل تباہ ہو جائے گی؟"
" میں کیا کر سکتا ہوں۔ میں دو ارب روپے ادا نہیں کر سکتا۔"
" کیوں! کیا آپ کے پاس اتنی رقم نہیں ہے"
" رقم ضرور ہو گی، لیکن اتنی رقم ادا کرنے کے بعد میں اپنا کاروبار جاری نہیں رکھ سکوں گا، اس طرح بھی تو تباہ ہوں گا میں۔"
" لیکن اس طرح بدنامی سے بال بال بچ جاؤ گے۔"
" غلط خیال ہے تمہارا۔ اب محکمہ سراغ رسانی والے اس فلم کی بنیاد پر مجھے جیل کی ہوا کھلانے کا پروگرام بنائیں گے۔"
" گویا تم۔ تم مسٹر جمال آفریدی۔ ہر طرف سے پھنس چکے ہو۔"
" ہاں! اس میں شک نہیں۔ میں بری طرح گھر گیا ہوں، نہیں ادائیگی کر کے بھی کوئی فائدہ نہیں ہو گا۔"
" بہت خوب۔ مزا آ گیا۔ نہیں ادائیگی کرتے، نہ کرو۔ تباہی کے گڑھے میں تو پھر بھی گر کے رہو گے۔ اچھا بس۔

بہت باتیں ہو چکیں"۔ ان الفاظ کے ساتھ ہی سلسلہ بند ہو گیا۔
" اب ۔ اب کیا ہو گا ۔ صبح کے اخبارات میں تو وہ تصاویر شائع کر دیں گے"۔ جمال آفریدی نے گھبرا کر کہا۔
" کیا آپ کی اور مون ٹاک کی کوئی پرانی دشمنی ہے؟" فرزانہ اچانک بولی۔
" پرانی دشمنی ۔ کیا مطلب ۔ یہاں پرانی دشمنی کا کیا سوال ارے بھئی میرا تو اس سے کبھی کوئی تعلق رہا ہی نہیں"۔ انھوں نے جل بھن کر کہا۔
" تب پھر وہ آپ سے انتقام کیسا لے رہا ہے"۔ فاروق نے منہ بنایا۔
" انتقام ۔ نہیں تو ۔ یہ آپ نے کس طرح کہ دیا کہ وہ مجھ سے کوئی انتقام لینا چاہتا ہے"۔
" اس کے الفاظ سے یہی ظاہر ہے"۔
" وہم ہے آپ لوگوں کا ۔ ایسی کوئی بات نہیں ۔ جب اسے رقم نہیں ملے گی تو ظاہر ہے وہ یہی کچھ کرے گا ۔ اسے انتقام کس طرح کہا جا سکتا ہے"۔
" شاید ہمارا ہی اندازہ غلط ہو ۔ کیا آپ اخبارات والوں پر دباؤ نہیں ڈال سکتے؟"
" میں یہ کوشش ضرور کروں گا ، لیکن اخبار والے اپنا

اخبار زیادہ سے زیادہ چھپنے کے سوا کسی کی کوئی بات نہیں سُنتے۔ اور پھر جب یہ خبر تمام اخبارات کو ملے گی تو یہ ہرگز نہیں ہو سکتا کہ کوئی چھاپنے سے رک جائے، پھر تو ان میں دوڑ لگ جائے گی۔"

"اس کا مطلب ہے۔ اخبارات والے نہیں مانیں گے۔"

"میرا اندازہ یہی ہے، تاہم میں انھیں دھمکیاں وغیرہ تو دوں گا کہ میں ہتکِ عزت کا دعویٰ کر دوں گا وغیرہ۔"

"ہمارا ایک مشورہ ہے اور وُہ یہ کہ آپ اخبارات والوں سے خود جا جا کر ملیں، فون کرنے سے کام نہیں چلے گا۔"

"اچھی بات ہے۔ میں ایسا کر لیتا ہوں۔ آپ لوگ یہیں رہیے گا، ہو سکتا ہے، اس کا فون پھر آئے۔"

"آپ فکر نہ کریں۔ اس قسم کی باتوں کے سلسلے میں تو ہم یہاں موجود ہیں۔"

وُہ پریشان انداز میں مسکرائے اور گھر سے نکل گئے۔ ان کے بیٹے وہیں بیٹھے رہ گئے۔

"آپ دونوں اپنے والد کے لیے کیا کر سکتے ہیں؟"

"کیا مطلب؟" دونوں ایک ساتھ چونکے۔

"ہم انھیں بے گناہ ثابت کر دینا چاہتے ہیں۔ اس سلسلے میں ہمیں آپ کی مدد کی ضرورت ہے۔"

"بھلا ہم کیا مدد کر سکتے ہیں؟" عرفان کے لہجے میں حیرت در آئی۔

"ضرور کر سکتے ہیں۔ آپ ہمیں اپنے والد کے کمرے میں لے چلیے۔ ہمیں ان کی ذاتی چیزیں دکھائیے۔ ہم اس قسم کی چیزوں سے کسی کے بے گناہ ہونے کا ثبوت تلاش کرنے کے ماہر خیال کیے جاتے ہیں۔"

"ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ ہمارے والد کوئی چیز ہم سے چھپا کر نہیں رکھتے۔ تجوری کی چابیاں بھی گھر میں ہی مل جائیں گی۔ آئیے۔"

وہ انھیں لے کر ایک کمرے میں داخل ہوئے۔ کمرے کے درمیان میں آبنوس کی لکڑی سے بنی ایک شان دار مسہری بچھی تھی۔ اس پر سونے اور چاندی کا کام کیا گیا تھا۔ مسہری پر ایک ادھیڑ عمر لیکن خوبصورت عورت لیٹی ہوئی تھی۔ انھیں اندر داخل ہوتے دیکھ کر بھی وہ سیدھی نہ ہوئی:

"امی جان! یہ انسپکٹر جمشید کے بچے ہیں۔"

"اوہ اچھا۔ کیا رہا اس معاملے میں؟"

"ابھی تک کچھ نہیں ہوا۔ کوشش جاری ہے۔ یہ لوگ بھی اسی سلسلے میں آئے ہیں۔"

"اور اب یہ کیا کرنا چاہتے ہیں؟"

" ابو کی بے گناہی کا ثبوت حاصل کرنے کے چکر میں ہیں، ان کی ذاتی چیزوں کی جانچ پڑتال کریں گے۔"

" ان چیزوں سے بھلا یہ کس طرح ان کی بے گناہی ثابت کر سکیں گے۔"

" یہ ان کا کام ہے۔ امی جان ۔ میرا خیال ہے، ہمیں ان کا ساتھ دینا چاہیے۔"

" اچھی بات ہے۔ میں دوسرے کمرے میں چلی جاتی ہوں، اس طرح یہ اطمینان سے اپنا کام کر سکیں گے۔"

" شکریہ امی جان۔" کمال نے فوراً کہا۔

" ہماری وجہ سے آپ کو زحمت ہو رہی ہے۔"

" کوئی بات نہیں۔" وہ مسکرائیں اور مسہری سے باہر نکل آئیں۔ انھوں نے دیکھا، ان کے جسم پر انتہائی قیمتی لباس تھا۔

" اب آپ یہ سیف کھول دیں۔" ان کے جانے کے بعد محمود نے کہا۔

" اچھی بات ہے۔" کمال بولا اور اس نے نمبر والے تالے کے نمبر ملاتے۔ دوسرے ہی لمحے کلک کی آواز کے ساتھ دروازہ کھل گیا۔

وہ دھک سے رہ گئے ۔ پورا سیف بڑے نوٹوں کی گڈیوں سے بھرا ہوا تھا۔ اتنی دولت ایک وقت میں انھوں نے کسی

الماری میں پہلی بار دیکھی تھی ۔

" اس میں جو خانے ہیں ، انھیں بھی کھولتے چلے جائیں"
محمود نے کہا ۔

" اچھا !" کمال نے کہا ، پھر دونوں تجوری کے خانوں کو کھولنے لگے ۔ کھولنے کے بعد پیچھے ہٹ گئے ۔ تینوں ایک ایک خانے کا جائزہ لینے لگے ۔ ایک خانے میں انھیں چند خطوط اور چند تصاویر نظر آئیں ۔

" کیا ہم ان تصاویر کو دیکھ سکتے ہیں ؟"

" تصاویر ۔ کیا مطلب ؟"

" کیا آپ تصاویر کا مطلب پوچھ رہے ہیں ؟" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی ۔

" نہیں ۔ مطلب یہ کہ اس تجوری میں کوئی تصاویر ہم نے آج تک دیکھی نہیں ۔ گھریلو تصاویر تمام کی تمام البم میں لگی ہوئی ہیں ۔"

" اوہو ! پھر یہ تصاویر کیسی ہیں ؟" محمود نے حیرت زدہ انداز میں کہا ۔

" دیکھنے پر ہی معلوم ہو سکے گا ۔"

انھوں نے تصاویر لفافے میں سے نکال کر میز پر رکھ دیں ۔ ان کی آنکھیں خوف اور دہشت سے پھیلتی چلی گئیں ،

"اُف مالک۔ یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔"

"ن۔نہیں۔نہیں" کمال اور عرفان نے چیخنے کے انداز میں کہا۔

ان کی آوازیں باہر بھی پہنچ گئیں۔دوڑتے قدموں کی آواز سنائی دی اور پھر بیگم جمال آفریدی اندر داخل ہوتے ہوئے بولیں:

"کیا ہوا۔ خیر تو ہے؟"

"آپ نے۔آپ نے یہ تصاویر دیکھیں؟" کمال ہکلایا۔

"کون سی تصاویر۔ تصاویر کا یہاں کیا کام۔تصاویر تو سب کی سب البم میں لگی ہوئی ہیں۔"

"یہ تجوری کے اس خانے میں سے نکلی ہیں۔ بلکہ ابھی تو اس خانے میں خطوط بھی موجود ہیں" عرفان نے کہا۔

بیگم جمال آفریدی ان تصاویر تک آ گئیں۔ پھر ان کا بھی وہی حال ہوا۔ ان کی آنکھوں میں خوف اور ہاتھوں پیروں پر لرزش طاری ہوگئی۔ محمود کے قدم خود بخود فون کی طرف اُٹھ گئے۔وہ جلدی جلدی نمبر ملانے لگا:

"خیر تو ہے بھئی۔"

"خیریت نہیں ہے۔ بس آپ آجائیں۔"

"اچھی بات ہے" اس نے کہا۔

اب اس نے گھر کے نمبر ملائے ، لیکن انسپکٹر جمشید وہا
نہیں تھے ، اس لیے وہ انہیں یہ اطلاع نہ دے سکا ۔
ادھر جمال آفریدی اخبارات کے دفتر جا چکے تھے ۔ بیگم
جمال اور ان کے دونوں بیٹے پتھر کے بتوں کی طرح بیٹھے
تھے ۔ ان کے چہروں پر مردنی چھائی ہوئی تھی ۔ یوں لگتا تھا
جیسے ان کے جسموں سے جان نکلتی جا رہی ہو ۔
آخر اکرام وہاں پہنچ گیا ۔
"ہاں بھئی ۔ کیا معاملہ ہے ۔ یہاں تو موت کا سناٹا طا
ہے" اکرام نے کہا ۔
"ان تصاویر کو دیکھ لیں ۔ ساری بات سمجھ میں
جائے گی"
اکرام تصاویر پر جھک گیا ۔
"اُف مالک ۔ یہ کیا ۔ ہم تو ۔ ایک تصویر اور ایک وڈ
فلم کو ..."
عین اسی وقت قدموں کی آواز ابھری اور پھر جمال
آفریدی اندر داخل ہوئے :
"یہاں کیا ہو رہا ہے بھئی" ؟ انھوں نے حیرت زدہ آوا
میں کہا ۔
پھر وہ تصاویر والی میز تک آ گئے ۔ جونہی ان کی نظ

تصاویر پر پڑیں۔ وہ زور سے اُچھلے۔ ان کی آنکھوں میں خوف سمٹ آیا۔

"یہ — یہ — یہ تصاویر کہاں سے آئیں؟"

"میں آپ کو گرفتار کر رہا ہوں سر"۔ اکرام نے سنجیدہ لہجے میں کہا۔

نامعلوم آدمی

انسپکٹر جمشید انھیں رخصت کر کے ذرا آرام کرنے کے لیے لیٹے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بجی، ریسیور اٹھایا تو دوسری طرف سے ادریس بخاری گھبرائے ہوئے انداز میں کہ رہا تھا:

"ہیلو۔ ہیلو۔ انسپکٹر صاحب۔ ہیلو۔"

"کیا بات ہے۔ بخاری صاحب۔ آپ بہت گھبرائے ہوئے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"آپ کی ہدایت کے مطابق میں اپنے ایک عزیز کے ہاں آگیا ہوں، لیکن یہاں آتے ہی مجھے پھر دھمکی آمیز فون ملا ہے۔ میرا مطلب ہے، مون ٹاک کی طرف سے۔"

"اب وہ کیا کہتا ہے، کوٹھی آپ نے خالی کر دی، مال سارا گنوا بیٹھے۔" انسپکٹر جمشید نے جھلا کر پوچھا۔

"اس کا کہنا ہے۔ انسپکٹر جمشید کے بچوں کی وجہ سے کوٹھی بے نقاب ہو گئی ہے۔"

"کوٹھی بے نقاب ہو گئی ہے"۔ ان کے منہ سے حیرت زدہ انداز میں نکلا۔

"ہاں! اور یہ کہ میری کوٹھی کا تہ خانہ اس کے لیے بہت کام کی چیز تھا، کام کی چیز چھن جانے کا اب وہ مجھ سے انتقام لے گا"۔ اس نے کہا۔

"بس یا اور کچھ؟"

"جی بس۔ فی الحال تو اتنی بات ہی ہے، لیکن کیا آپ کے خیال میں یہ بات پریشانی کی نہیں ہے"؟

"ہم اسے دیکھ لیں گے، آپ فکر نہ کریں۔ موجودہ پتا لکھوا دیں"۔

"میں اس وقت ۱۳۱۔ لاج روڈ میں ہوں"۔

"میں ابھی نگرانی کے لیے دو سادہ لباس والوں کو بھیج رہا ہوں، آپ فون پر رابطہ رکھیے گا"۔

"بہت بہت شکریہ!"

ریسیور رکھ کر وہ کچھ دیر سوچتے رہے، پھر گھر سے نکلنے کی تیاری کرنے لگے:

"پھر جانے کی تیاری ہونے لگی"۔ بیگم جمشید نے برا سا منہ بنایا۔

"کیا کیا جائے بیگم۔ مجبوری ہے"۔ وہ مسکرائے۔

تھوڑی دیر بعد وُہ پھر اس بوڑھے کے دروازے پر دستک دے رہے تھے، جسے تہ خانہ کھلوانے کے لیے لے گئے تھے۔

"خیر تو ہے جناب۔ آپ پھر آ گئے؟"

"ایک خیال مجھے پھر ادھر لے آیا ہے۔ اُمید ہے، معاف فرمائیں گے۔"

"ایسی کوئی بات نہیں جناب" اس نے فوراً کہا۔

"اس تہ خانے کا کوئی دوسرا راستا بھی ہے۔ دراصل ہمیں اس راستے کی تلاش ہے۔ کیا آپ اس سلسلے میں میری مدد کر سکیں گے؟"

"دُوسرا راستا صرف راجا برادرز بتا سکتے ہیں۔"

"ہُوں۔ وُہ کیوں؟"

"تہ خانہ مکمل ہونے والا تھا کہ اچانک راجا برادرز نے تمام کاری گروں کو ایک اور عمارت کی طرف بھیج دیا تھا۔ اس کے بعد اس تہ خانے کو کس نے مکمل کیا اور دوسرا دروازہ کس جگہ رکھا گیا، اسے کھولنے کے لیے کون سا طریقہ اختیار کیا گیا، کسی کو معلوم نہیں ہو سکا۔"

"اوہ! اس کا مطلب ہے، راجا برادرز سے پھر ملنا ہو گا۔"

"جی ہاں! یہ مسئلہ وُہی حل کریں گے۔"

بہت بہت شکریہ !

انھوں نے کہا اور راجا برادرز کے دفتر پہنچے ۔ دفتر میں اس وقت دونوں بھائی موجود تھے :

" ادریس بخاری کی کوٹھی کے نیچے جو تہ خانہ بنا ہوا ہے اس کا مسئلہ ابھی تک صاف نہیں ہو سکا۔ پہلا سوال تو یہ ہے کہ وہ ادریس بخاری کی خواہش پر نہیں بنوایا گیا"

" ہمیں دراصل فون پر ہدایات دی گئی تھیں کہ نیچے ایک عدد تہ خانہ بھی بنوانا ہے ۔ ادریس بخاری ان دنوں اس جگہ سے بہت دور رہتے تھے ۔ وہ اس وقت آئے تھے، جب کوٹھی تقریب مکمل ہو گئی تھی ۔ لہٰذا انھوں نے تہ خانے کی کوئی بات نہیں کی ۔ ہم نے بل میں تہ خانے کی اُجرت اور میٹریل بھی درج کیا تھا، لیکن انھوں نے کچھ بھی چیک نہیں کیا تھا اور بل ادا کر دیا تھا"

" چلیے خیر۔ مانا کہ ایسا ہوا ہو گا ۔ لیکن مشکل یہ ہے کہ اب وہ اس بات سے انکار کرتے ہیں، ان کا کہنا ہے کہ انھوں نے اپنی کوٹھی کے نیچے تہ خانہ بنانے کا حکم ہرگز نہیں دیا تھا۔ اگر یہ بات سچ ہے تو پھر اس کا مطلب ہے ۔ وہ فون کسی تیسرے آدمی نے کیا تھا اور اس نے خفیہ طور پر کئی سال تک اس تہ خانے پر قبضہ جمائے رکھا ہے،

تہ خانہ چونکہ مکمل طور پر ساؤنڈ پروف بنایا گیا ہے، اس لیے انھیں کبھی کوئی آواز سنائی نہیں دی۔ اب میرا خیال یہ ہے کہ اس تہ خانے میں جعلی نوٹ چھاپنے کا کام ہوتا رہا ہے۔"

"نن ___ نہیں۔" دونوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"جی ہاں! یہی بات ہے۔ ورنہ اس تہ خانے کا اور مقصد کیا تھا ___ اور اس سے یہ بھی ثابت ہے کہ جس شخص نے بھی تہ خانے پر قبضہ کیے رکھا ___ وہ کسی دوسرے راستے سے اس میں آتا جاتا رہا ہے ___ صاف ظاہر ہے، کوٹھی کے اندر سے تو اس کا آنا جانا ممکن نہیں تھا ___ لہٰذا آپ مجھے یہ بتائیں گے کہ اس کا دوسرا راستا کہاں کھلتا ہے۔"

"اوہ ___ اچھا ___ ہمیں آپ کے ساتھ چلنا پڑے گا۔"

"چلیے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جی ___ کیا اسی وقت؟"

"میں ہر کام اسی وقت کرنے کا عادی ہوں۔" وہ بولے۔

"اچھی بات ہے ___ ہم ابھی چلتے ہیں۔"

انھوں نے ایک دو منٹ لگائے اور پھر ان کے ساتھ کار میں بیٹھ گئے ___ کوٹھی کے گرد سادہ لباس والوں کا پہرہ تھا اور دروازے پر تالا ___ ان کے اشارے پر تالا کھول دیا گیا ___ وہ اندر داخل ہوئے ___ تہ خانے کا دروازہ کھولا

اور نیچے آ گئے۔ چند لمحے تک دونوں بھائی اِدھر اُدھر دیکھتے رہے، پھر ایک جگہ رک کر انھوں نے بغور دیوار کو دیکھا، آخر ایک جگہ نشان لگا دیا۔

"اس چوکور نشان کو دبانے سے دُوسرا راستا کھلے گا۔"

"اور یہ دُوسرا راستا کہاں کھلتا ہے؟"

"درختوں کے درمیان۔" ایک نے کہا۔

اِنسپکٹر جمشید نے چوکور نشان پر دباؤ ڈالا۔ فوراً ہی دیوار میں دروازہ نمودار ہوا اور سیڑھیاں اوپر جاتی دکھائی دیں۔ وہ بے تابانہ انداز میں اوپر چڑھتے چلے گئے۔ یہاں تک کر باہر نکل آئے۔ چند درختوں کے جھنڈ میں انھوں نے خود کو پایا۔

"اب یہاں سے دروازہ بند کر کے دکھائیں۔"

"جی بہتر!" راجا نے کہا اور زینے کے اندر ہاتھ ڈال کر بٹن انھیں دکھایا اور دبا دیا۔ دروازہ بند ہو گیا۔

"اس طرف سے یہ کس طرح کھلے گا؟" وہ بولے۔

"اس درخت کی کھوہ میں ہم نے ایک بٹن رکھا ہوا ہے۔"

"اور اگر درخت کاٹ دیا جائے۔ یا آندھی سے گر جائے۔"

"تب دوسرے درخت میں بٹن چھپایا جا سکتا ہے۔ یہ دروازے دراصل بجلی سے کھلتے ہیں۔"

"ہوں۔ شکریہ!" یہ کہ کر انھوں نے اس درخت کی کھوہ میں ہاتھ ڈال دیا۔ ان کا ہاتھ ایک بٹن سے ٹکرایا۔ بٹن دبتے ہی دروازہ پھر کھل گیا۔

"یہ تو معلوم ہو گیا، اب سوال یہ ہے کہ تہ خانے کو کون استعمال کرتا رہا ہے۔ ہم نے تہ خانے سے ملنے والے انگلیوں کے نشانات محفوظ کر لیے ہیں۔ اور ہمارا پہلا شک آپ پر ہے۔ لہٰذا انگلیوں کے نشانات دے دیں؟" یہ کہ کر انسپکٹر جمشید نے سفید کاغذ اور پیڈ ان کے آگے کر دیا، ساتھ میں وہ مسکرائے بھی۔

"جی۔ کیا مطلب؟" دونوں اچھل پڑے۔

"اگر ادریس بخاری یہ بات مان لیتے کہ تہ خانہ انھوں نے بنوایا تھا۔ تب تو آپ لوگوں پر شک کرنے کی کوئی وجہ نہیں رہ جاتی تھی، لیکن اب جب کہ وہ انکاری ہیں اور یہ تہ خانہ بقول آپ کے ادریس بخاری کا فون سن کر آپ نے بنایا تھا۔ تو پھر شک کی زد میں آپ بھی آتے ہیں۔ فرض کر لیں کہ آپ جرائم پیشہ ہیں۔"

"ارے باپ رے!" دونوں گھبرا گئے۔

"جرائم پیشہ ہونے کی صورت میں آپ نے یہ تہ خانہ خود اپنے لیے بنایا ہو گا اور باہر سے باہر آتے چلے جاتے

رہے ہوں گے۔ اس تہ خانے میں چند مشینیں بھی نصب تھیں، صاف ظاہر ہے۔ وہ پرنٹنگ مشینیں ہوں گی۔ جن پر نوٹ چھاپے جاتے ہوں گے۔"

"توبہ توبہ۔ یہ تو آپ ہم پر بہت سنگین الزام عاید کر رہے ہیں۔"

"کیا کیا جائے۔ مجبوری ہے۔" انھوں نے کندھے اچکائے۔

"اور فرض کر لیں کہ ادریس بخاری جھوٹ بول رہا ہے، وہ خود جرائم پیشہ ہے۔ اور اس نے اس طرح فون کر کے تہ خانہ بنوایا۔ تاکہ بعد میں کہہ سکے کہ نہیں، اس نے تو بنوایا ہی نہیں۔ اسے تو پتا ہی نہیں۔"

"میں نے یہ کب کہا کہ مجھے اس پر شک نہیں۔ مجھے تو اپنے آپ پر بھی شک ہے کہ کہیں نو سال پہلے میں نے اس قسم کا فون آپ کو نہ کر دیا ہو۔"

"جی کیا مطلب؟" وہ دھک سے رہ گئے۔

"جب ہم شک کرنا شروع کرتے ہیں تو پھر سب پر شک کرتے ہیں۔"

"آپ ہم پر ضرور شک کریں۔ لیکن ہم ہیں بالکل بے گناہ، اس میں آپ کے لیے غور طلب بات یہ ہے کہ ادریس بخاری نے بل کو چیک کرنے کی ضرورت ہی محسوس نہیں کی۔ میزان دیکھا

اورا دائیگی کر دی ۔ آخر کیوں ؟

" میں یہ سوال بخاری صاحب سے کروں گا ۔ آپ فکر نہ کریں ، آئیے چلیں "۔

انھوں نے تہ خانہ بند کیا ، ایک سادہ لباس والے کو اس طرف بھی مقرر کیا اور پھر وہاں سے روانہ ہوئے ۔ انھیں ان کے دفتر اتار کر وہ ۱۳۱، لاج روڈ پہنچے ۔ ادریس بخاری نے انھیں دیکھ کر اطمینان کا سانس لیا اور بولے :

" راجا برادرز کا کہنا ہے کہ انھیں کوٹھی کے نیچے تہ خانہ بنانے کا حکم آپ نے فون پر دیا تھا "۔

" ان کا کہنا غلط ہے ۔ میں نے انھیں ایسا کوئی ٹیلی فون نہیں کیا "۔

" ان کا کہنا ہے کہ جب وہ اپنا کام مکمل کر چکے تو پھر آپ کو انھوں نے بل پیش کیا ۔ آپ نے اس بل کو چیک تک نہیں کیا ۔ آخر کیوں ۔ کیا صرف اس لیے نہیں کہ تہ خانے کی بات چیت سامنے نہ آسکے "۔

" اگر وہ یہ کہتے ہیں ۔ تب تو وہ پھنس گئے جناب "۔ ادریس بخاری زور سے اُچھلا ۔

اِنسپکٹر جمشید حیران رہ گئے ۔

" کیا مطلب ۔ وہ کیسے ؟

" اس طرح تہ خانہ بنوانے کا مجھے آخر کیا فائدہ پہنچ سکتا تھا۔ جب تک کہ میں ان سے تہ خانہ کھولنے کا راستا نہ معلوم کر لیتا۔"

" اوہ اوہ۔" انسپکٹر جمشید اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

" واقعی۔ آپ جب تک ان سے یہ معلوم نہ کر لیتے کہ تہ خانے کے دروازے کس طرح کھلتے اور بند ہوتے ہیں۔ اس وقت تک آپ کو تہ خانے کا کوئی فائدہ نہیں تھا۔ اب یہ نہیں ہو سکتا کہ کئی ہزار کے خرچ سے میں ایک چیز بنواؤں اور اس کے کھولنے کا طریقہ بھی نہ جان سکوں۔"

" آپ۔ بالکل ٹھیک کہ رہے ہیں۔ ایک منٹ۔ ذرا میں ان سے فون پر بات کر لوں۔"

انھوں نے راجا برادرز کے نمبر ملائے۔ سلسلہ ملنے پر انھوں نے کہا:

" آپ کو پھر زحمت دے رہا ہوں۔ آپ کا کہنا ہے، کسی نے فون پر تہ خانہ بنانے کا آپ کو حکم دیا تھا۔"

" کسی نے نہیں جناب۔ ادریس بخاری صاحب نے حکم دیا تھا۔"

" میں مان لیتا ہوں کہ یہ حکم انھوں نے دیا تھا۔ آپ کا کہنا یہ بھی ہے کہ وہ اس سے بہت دور تھے۔ پھر جب

کوٹھی بن گئی تو آپ نے بل ان کے سامنے رکھا اور انھوں نے چیک کیے بغیر بل کی رقم کا چیک لکھ دیا۔"

"ہاں! یہ ٹھیک ہے ۔ انھوں نے بل چیک نہیں کیا تھا۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

"صرف اس لیے چیک نہیں کیا کہ کہیں تہ خانے کی بات نہ چھڑ جائے۔"

"بالکل جناب ۔ اس کے علاوہ اور کیا بات ہو سکتی ہے۔"

"شکریہ ۔ اب صرف میری بات کا جواب دے دیں۔ اگر تہ خانہ ادریس بخاری نے بنوایا تھا ۔ اور خاموشی سے بل کی رقم ادا کر دی تھی تو اسے تہ خانہ بنوانے کا فائدہ کیا ہوا۔"

"جی ۔ کیا مطلب" وہ چونکے۔

"آپ مطلب نہیں سمجھے ۔ خیر میں سمجھا دیتا ہوں ۔ اور مطلب یہ ہے کہ آخر پھر ادریس بخاری صاحب نے تہ خانہ کھولنے اور بند کرنے کا طریقہ کس طرح جان لیا؟"

"کیا!!!" راجا برادرز کی آوازیں بلند ہو گئیں ، شاید وہ دونوں فون سن رہے تھے ۔

"ہم آ رہے ہیں جناب ۔ آپ کہیں جانے کی کوشش نہ کیجیے گا ۔ آپ کے دفتر کے اردگرد بھی سادہ لباس والے موجود ہیں۔"

"اُف ۔ کیا آپ ہمیں گرفتار کرنا چاہتے ہیں؟"

"یہی سمجھ لیں۔ اب میں اور کر ہی کیا سکتا ہوں۔ ویسے آپ صاف صاف بتا دیں تو آپ کے حق میں بہتر رہے گا۔ تہ خانے کو آپ خود استعمال کرتے رہے ہیں نا؟"

"نہیں۔ بالکل نہیں جناب۔"

"تب پھر۔ کون استعمال کرتا رہا ہے۔"

"وُہ نامعلوم آدمی۔ جس نے ہمیں حکم دیا تھا تہ خانہ بنانے کا۔"

"تو پھر۔ اسے تہ خانہ کھولنے کا طریقہ کس طرح معلوم ہوا؛ ادریس بخاری نے تو آپ سے پوچھا نہیں۔"

"اوہ۔ اوہ۔" وہ دھک سے رہ گئے۔

"وہیں ٹھہریں۔ میں آ رہا ہوں۔ فرار ہونے کی کوشش کی تو پکّے مُجرم بن جائیں گے۔"

ان کی طرف سے کوئی جواب نہ ملا۔ انھوں نے رسیور رکھا اور وائرلیس سیٹ پر سادہ لباس والوں کو ہدایات دیں۔ اس کے بعد جیپ میں بیٹھ کر وہاں سے روانہ ہوئے۔ جلد ہی وُہ راجا برادرز کے دفتر پہنچ گئے۔ دونوں بھائیوں کے چہرے اُترے ہوئے تھے۔

"پہلی بات تو یہ ہے جناب کہ ہم بے گناہ ہیں۔"

"اپنی بے گناہی ثابت کر دیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"اس میں کوئی شک نہیں جناب کہ ہمیں کسی نا معلوم

آدمی نے فون پر یہ کہا تھا کہ ہم ادریس بخاری کی کوٹھی کے نیچے کوئی تہ خانہ بنا دیں۔ لیکن وُہ ادریس بخاری ہرگز نہیں تھا۔"

"کیا مطلب۔ ابھی تک تم کیا کہتے رہے ہو؟" انھوں نے بھنّا کر کہا۔

"ہم جھوٹ بولتے رہے ہیں۔ اور اس کی سزا بھگتنے کے لیے بھی تیار ہیں۔"

"صاف صاف بتاؤ۔" وُہ غرائے۔ ان کا منہ بن گیا۔

"ہم نے اس نامعلوم آدمی کے کہنے پر تہ خانہ بنوایا تھا، اس سے اس کا نام پوچھا تو وُہ کہنے لگا کہ میں سامنے نہیں آؤں گا، بس تہ خانہ بنا دو۔ اس کے لیے پچاس ہزار روپے وصول کر لو۔ ہم لالچ میں آ گئے۔ اس سے پچاس ہزار وصول کر لیے اور تہ خانہ بنا دیا۔ وہ سامنے نہیں آیا، اس نے ہمارے اکاؤنٹ میں پچاس ہزار روپے جمع کرا دیے تھے۔ جب تہ خانہ بن گیا تو اس نے فون پر ہی تہ خانہ کھولنے اور بند کرنے کے بارے میں پوچھ لیا تھا۔ یہ ہے اصل کہانی۔"

"اور تم نے تہ خانہ بنانے کا بل ادریس بخاری سے بھی وصول کیا؟"

"ہاں! کیا تھا۔ لیکن انھوں نے بل چیک نہیں کیا تھا۔"

"کیا ادریس بخاری اتنے مال دار ہیں۔ کہ انھوں نے بل بھی چیک نہیں کیا؟"

"یہ تو ہمیں نہیں معلوم جناب کہ وہ کتنے مال دار ہیں؟"

"بہرحال یہ سب آپ کی دھوکا دہی کی وجہ سے ہوا ہے، نہ جانے اس تہ خانے میں کیا غیرقانونی کام ہوتا رہا ہے۔ یہ تو بعد میں معلوم ہوگا، لیکن آپ کو گرفتار اسی وقت کیا جاتا ہے۔"

یہ کہہ کر انھوں نے سادہ لباس والوں کو اشارہ کیا۔ انھوں نے آتے ہی ان دونوں کو ہتھکڑیاں پہنا دیں۔ ان کے رنگ اڑ گئے۔

"کوئی اور بات اگر تم چھپا رہے ہو تو بتا دو۔ اگر بعد میں معلوم ہوا کہ تم نے کوئی بات چھپائی تھی تو سزا میں مزید اضافہ کرا دوں گا۔"

"وہ۔ وہ۔ وہ۔" ان میں سے ایک ہکلا کر رہ گیا۔ دوسرے نے اسے گھور کر دیکھا۔

"بتاؤ۔ کیا بتانا چاہتے ہو۔ انھوں نے سخت لہجے میں کہا۔

"ایک دن دروازہ کھلنے کے نظام میں گڑبڑ ہوگئی تھی۔ اس نے ہم سے رابطہ قائم کیا تھا۔ ہم بہت ہی قسم کے

انجنیئر اور الیکٹریشن بھی ہیں ؛ چنانچہ ہمیں وہاں جانا پڑا تھا۔ اس وقت وُہ وہاں نہیں تھا۔ میرا مطلب ہے، وُہ شخص جس نے ہم سے تہ خانہ بنوایا تھا۔ دروازے کے میکنزم درست کرنے کے سلسلے میں ہمیں تہ خانے کے اندر بھی جانا پڑا تھا۔ اور اس وقت ہم نے وہاں عجیب و غریب قسم کے آلات دیکھے تھے۔ جہاں تک ہمارا خیال ہے۔ وُہ کمپیوٹر سیٹ تھے"۔

"کمپیوٹر سیٹ"۔ انسپکٹر جمشید نے اُلجھن کے عالم میں کہا۔

"ہاں جناب۔ بس ہم اتنا ہی دیکھ سکے تھے۔ ہمیں خوف سا محسوس ہوا اور ہم دروازہ ٹھیک کرکے واپس آ گئے"۔

"یہ تم نے کام کی بات بتائی۔ اب میں تمھیں کم از کم سزا دلانے کی کوشش کروں گا"۔

"آپ، ہمیں بالکل ہی معاف کر دیں سر"۔ ایک نے کہا۔

"مجھے نہیں معلوم۔ تمھاری اس غیر قانونی حرکت سے قوم اور ملک یا عوام کو کتنا نقصان پہنچا ہے۔ جب تک یہ معلوم نہیں ہو جاتا، اس وقت تک تو ہرگز تمھیں معاف نہیں کیا جا سکتا۔ دُوسرے یہ کہ تم نے پچاس ہزار روپے بھی وصول کیے ہیں۔ کیا وُہ تم سرکاری خزانے میں جمع کرا سکتے ہو؟"

"افسوس! وُہ رقم تو ہم نے چند ہی دنوں میں جوئے میں

اڑا دی تھی۔"

"تم نے ایک اور جرم کا اقرار کر لیا۔ یعنی جوا کھیلنے کا۔ ویسے تم نے دیکھا۔ غلط راستے سے کمائی ہوئی دولت غلط راستے سے ہی نکل جاتی ہے۔ اور حلال کی کمائی اس طرح کبھی برباد نہیں ہوتی۔"

"ہاں! اب ہمیں اپنے گناہ کا شدت سے احساس ہو رہا ہے۔ ہمیں سزا ملنی ہی چاہیے۔"

"انہیں لے جاؤ بھئی اور تھانے کے انچارج سے کہہ دینا کہ انہیں پریشان نہ کریں۔"

"او کے سر۔" سادہ لباس والوں نے کہا اور انہیں لے کر چلے گئے۔

انسپکٹر جمشید وہاں سے سیدھے پروفیسر داؤد کی تجربہ گاہ پہنچے۔ انہیں دیکھتے ہی پروفیسر داؤد بولے:

"بھئی کمال ہے جمشید۔ میں اس وقت تمہیں ہی یاد کر رہا تھا۔"

"کیا آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ میری عمر بڑی ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اب کیا کہوں گا۔ تم سمجھ ہی گئے۔ ویسے میں جانتا ہوں، کوئی اہم بات تمہیں کھینچ لائی ہے۔"

" یہ بات تو خیر آپ کی بالکل ٹھیک ہے ۔ ذرا اس تصویر
کو دیکھیے ۔ اور پھر یہ فلم بھی چلا کر دیکھیے ":
انھوں نے دونوں چیزوں کو دیکھا :
" میری سمجھ میں کچھ نہیں آیا "
" اس شخص کا یہ دعویٰ ہے کہ یہ زندگی میں کبھی اس
شخص سے نہیں ملا ، لیکن دوسرا آدمی دعویٰ کرتا ہے کہ
یہ پہلا آدمی سمگلنگ کے کاروبار میں اس کا ساتھی رہ چکا
ہے اور ثبوت میں وہ یہ فلم اور تصویر پیش کرتا ہے ۔ اور
تصاویر بھی اس قسم کی ملی ہیں "۔
" اچھا ! یہ بات ہے ، لیکن بھئی ۔ تمہیں تو کسی کیمرے
کے ماہر سے ملاقات کرنی چاہیے تھی "
" کیمرے کا ماہر یہ مسئلہ حل نہیں کر سکتا "
" کیوں ۔ یہ کیا بات ہوئی "
" یہ کیمرے کی صفائی نہیں ہے ، اگر کیمرے کی صفائی
ہوتی تو بات صرف اس تصویر تک ہوتی ، فلم تک نہ جاتی ۔
یہ فلم تو کیمرے کی صفائی نہیں ہو سکتی "
" تو پھر ۔ ان کی واقعی ملاقات ہوئی ہو گی " پروفیسر داؤد
نے کہا ۔
" اگر ملاقات ہوئی ہے ، تب تو یہ تصویر اور فلم درست

ہیں اور ان سے کوئی دھوکا بازی نہیں ہے، لیکن جیسا کہ اس شخص کا دعویٰ ہے۔ کہ ملاقات سرے سے ہوئی ہی نہیں، اگر یہ دعویٰ سچ ہے تو پھر یہ فلم اور تصویر کس طرح غلط ہیں؟ میں آپ سے یہ پوچھنے آیا ہوں۔"

"تم نے ایک بہت مشکل سوال پوچھا ہے جمشید۔" پروفیسر داؤد اُلجھن کے عالم میں بولے۔

"تب پھر میں آپ کی تھوڑی سی مدد کر سکتا ہوں۔" یہ کہ کر انھوں نے دبی آواز میں کچھ کہا۔

"اوہو۔ یہ بات بھی ہو سکتی ہے۔ لیکن بھئی کبھی اس طرف دھیان نہیں دیا۔"

"ہم تجربہ تو کر سکتے ہیں پروفیسر صاحب۔" انسپکٹر جمشید نے کہا۔

"ہاں ٹھیک ہے۔ اور تجربہ کریں گے خان رحمان پر۔" پروفیسر داؤد نے ہنس کر کہا۔

"بہت خوب! مزا رہے گا۔" انسپکٹر جمشید نے چہک کر کہا۔

پروفیسر داؤد تجربہ گاہ میں مصروف ہو گئے۔ انسپکٹر جمشید ان کی کوششوں کو دیکھتے رہے۔ اس کام میں انھیں تین گھنٹے لگ گئے۔ آخر بولے:

"بھئی جمشید۔ ابھی تک میں مکمل طور پر کامیاب نہیں ہوا، لیکن امید ہے کہ چند گھنٹے کی محنت کے بعد میں اس قابل ہو جاؤں گا۔"

"میں آپ کی کامیابی کے لیے اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

پروفیسر داؤد پھر مصروف ہو گئے۔ آخر تین گھنٹے مزید گزر گئے، تب کہیں جا کر انھوں نے کہا:

"لو جمشید۔ اب اسے دیکھو۔" پروفیسر داؤد نے ایک تصویر ان کی طرف بڑھا دی۔

انھوں نے تصویر لے کر دیکھی اور حیرت زدہ رہ گئے:

"اُف میرے مالک۔ میں تو سوچ بھی نہیں سکتا تھا کہ ایسا ہو سکتا ہے۔"

"اب کیا خیال ہے۔ خان رحمان کے ہاں چلیں؟"

"ہاں بالکل!"

دونوں باہر نکل کر کار میں بیٹھے اور خان رحمان کے ہاں پہنچ گئے۔ خان رحمان نے انتہائی گرم جوشی سے ان کا استقبال کیا۔

انسپکٹر جمشید نے تصویر نکال کر خان رحمان کے سامنے رکھ دی، ساتھ ہی بولے:

"یہ کیا ہے خان رحمان؟"

جونہی خان رحمان کی نظر تصویر پر پڑی۔ وہ اچھل ہی تو پڑے۔ ان کی آنکھیں حیرت اور خوف سے پھیل گئیں۔ عین اسی وقت فون کی گھنٹی بج اٹھی۔

شان دار موقع

جمال آفریدی کو حوالات پہنچا کر وہ گھر لوٹے تو پتا چلا، انسپکٹر جمشید ایک بار پھر غائب ہیں۔ انھوں نے اِدھر اُدھر فون کر کے انھیں تلاش کرنا شروع کیا۔ پہلے ادریس بخاری کی طرف فون کیا، وہاں سے کوئی جواب نہ ملا۔ پھر کچھ سوچ کر انھوں نے پروفیسر داؤد کی طرف فون کیا۔ وہاں سے بتایا گیا کہ آئے ضرور تھے، پھر پروفیسر صاحب کے ساتھ کہیں چلے گئے۔ اب انھوں نے خان رحمان کے گھر کے نمبر ملائے، دوسری طرف سے اپنے والد کی آواز سن کر محمود نے چہک کر کہا:

"آخر، ہم نے آپ کو تلاش کر ہی لیا۔"

"کہاں سے بول رہے ہو؟"

"گھر سے۔" محمود نے بتایا۔

"کیا رپورٹ ہے؟"

"جمال آفریدی کو گرفتار کرا دیا ہے ہم نے۔"

"کیا کہا؟" وہ حیران رہ گئے، پھر جلدی سے بولے:
"بھئی تم بھی یہیں آ جاؤ — لطف رہے گا۔"
"جی - کیا فرمایا، لطف رہے گا۔" محمود کے لہجے میں بلا کی حیرت در آئی -
"ہاں کیوں، کیا بات ہے، کیا لطف نہیں رہ سکتا۔"
"لطف بے چارہ آج کل ہماری طرف کم ہی قدم رنجہ فرماتا ہے۔" اس نے مسمسی صورت بنائی -
"آ جاؤ بھئی - اس وقت اپنے انکل کا چہرہ دیکھو گے تو واقعی لطف محسوس کرو گے۔"
"تو کیا ابا جان، ہمارے آنے تک ان کا چہرہ اسی طرح رہے گا جس طرح اب ہے؟"
"امید یہی ہے۔"
"تب ہم آ رہے ہیں۔"
تینوں فوراً اٹھ کھڑے ہوئے، بیگم جمشید نے گھبرا کر کہا:
"ارے ارے بھئی — تم بھی چل دیے اور یہ کھانا کون کھائے گا۔"
"ہمارے غریب پڑوسی، آخر ان کا بھی حق ہے۔" فاروق بولا۔
وہ خان رحمان کے گھر پہنچے — وہ حیرت کی تصویر بنے نظر آئے -

"انکل کو آخر ہو کیا گیا ہے؟"

"بتاؤ بھئی انکل ۔ کیا ہو گیا ہے تمھیں؟"

"مجھے یہ تصویر ہو گئی ہے۔" وہ بولے۔

ان کی نظریں تصویر پر پڑیں اور پھر ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

"اوہ! ارے! ہائیں!"

"اور تم نے جمال آفریدی کو گرفتار کرا دیا ہے، جب کہ تمھارے انکل بھی اس تصویر کی وجہ سے مجرم ہیں۔"

"انکل! کیا آپ کی بھی مسٹر مون ٹاک سے ملاقات ہو چکی ہے؟" فاروق بولا۔

"میرے تو فرشتوں نے بھی اس سے ملاقات نہیں کی۔" خان رحمان نے بوکھلا کر کہا۔

"تم جانتے ہو خان رحمان، یہ کون ہے؟"

"ہاں! میں اخبارات میں جمال آفریدی کی خبریں پڑھ چکا ہوں۔ اخبارات میں شائع ہونے والی تصویر کو بھی میں دیکھ چکا ہوں۔"

"اور ان تصاویر کی بنا پر ہم نے انھیں گرفتار کرا دیا ہے۔ اب آپ کا کیا خیال ہے؟"

"مجھے بھی گرفتار کرا دو بھئی ۔ یہ تو تمھارے بائیں ہاتھ

کا کھیل ہے۔" انھوں نے منہ بنایا۔
"فون کر دو بھئی ۔ کہ جمال آفریدی کو چھوڑ دیا جائے۔
وہ بے قصور ہیں ۔ انھیں ایک زبردست غلط فہمی کی بنا پر
گرفتار کیا گیا تھا۔" انھوں نے کہا۔
"لیکن ابا جان ! جمال آفریدی شور بہت مچائیں گے ۔
اخبارات والوں کو اپنے گرد جمع کریں گے۔"
"ہاں ۔ وہ ایسا کریں گے ، یہ ان کا حق بنتا ہے ، بے گناہ
ہوتے ہوئے انھیں گرفتار کیا گیا ہے ، لیکن ہمارا بھی قصور
نہیں ۔ خیر تم اکرام کو فون کر دو ، دیکھا جائے گا۔"
محمود نے اکرام کے نمبر ملائے اور بولا :
"انکل ! جمال آفریدی کو رہا کرا دیں۔"
"کیا مطلب ۔ کیا اوپر سے دباؤ پڑ گیا ہے ؟"
"آپ جانتے ہیں ، ہم اوپر کے دباؤ نہیں مانتے۔"
"اسی لیے تو حیران ہوں۔" اس نے ہنس کر کہا۔
"بات یہ ہے انکل ۔ کہ جمال آفریدی بے گناہ ہیں۔"
"یہ ۔ یہ تم کیا کہہ رہے ہو بھئی۔" اس کے لہجے میں
حیرت امڈ آئی ۔
"جی ہاں انکل ۔ ان تمام تصاویر کے ہوتے ہوئے
وہ بے گناہ ہیں ، کیونکہ اس وقت ہمارے سامنے ایک

تصویر ہے۔ اس تصویر میں ہمارے انکل خان رحمان بھی مسٹر مون ٹاک کے ساتھ کانگو ہوٹل کے ہال میں بیٹھے کھانا کھا رہے ہیں، جب کہ ہمارے انکل نے مون ٹاک سے کبھی بات چیت نہیں کی، نہ ملاقات کی۔"

"یہ میں کیا سُن رہا ہوں۔"

"اور غالباً یہ کمال دکھایا ہے پروفیسر انکل نے۔" محمود مسکرایا۔

"صرف میں نے نہیں بھئی۔ خیال جمشید نے دلایا تھا۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"ہوں! خیر۔ ایک ہی بات ہے۔ اچھا انکل۔ اگر آپ چاہیں تو انکل والی تصویر آ کر دیکھ سکتے ہیں۔"

"میں ضرور دیکھوں گا آ کر۔ ایسی تصویر تو شاید دُنیا کا آٹھواں عجوبہ کہلا سکتی ہے۔"

"اب تو پتا نہیں، کون کون سی چیزیں آٹھواں عجوبہ بن چکی ہیں۔" اس نے کہا اور ریسیور رکھ دیا۔

"ابا جان! کیا آپ ہمیں کچھ تفصیل سنائیں گے۔"

"سناؤں گا بھی اور سنوں گا بھی، لیکن پہلے اکرام کو آ جانے دو۔ ورنہ پھر اسے بھی بتانا پڑے گا۔"

"شکریہ! اس دوران ہم اِدھر اُدھر کی ہانک سکتے ہیں ابا جان۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"اِدھر اُدھر کی خاموشی سے کام چلا لو۔" وہ مسکرائے۔

"یہ خاموشی ذرا خشک سی چیز ہے ابا جان ۔ اور ہم تر چیزوں کے عادی ہیں۔"

"اسے پانی میں تر کر لو۔"

"کک ۔کس چیز کو پانی میں تر کرنے کے لیے کہ رہے ہو جمشید؟" وہ بے خیالی کے عالم میں بولے۔

"جی خاموشی کو۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب ابا جان بتائیں گے ۔ ہم تو بس اتنا کہ سکتے ہیں کہ خاموشی کو پانی سے تر اِدھر اُدھر کی ہانکنے کے سلسلے میں کرنا پڑ رہا ہے۔"

"بُری بات ہے۔" خان رحمان نے چونک کر کہا۔

"بُری ہی ہو گی ۔ ہم کب کہتے ہیں ، اچھی ہے۔" محمود ہنس دیا ۔

اور پھر اکرام آ گیا ۔ اب انسپکٹر جمشید نے اپنی جدوجہد کے بارے میں بتایا ، پھر ان تینوں سے تفصیل سُنی گئی اور ان کے خاموش ہونے کے بعد اکرام نے کہا :

"اس کا مطلب تو پھر یہ ہوا کہ یہاں مون ٹاک وون ٹاک موجود نہیں ہے ۔ کوئی نا معلوم مون ٹاک کا کردار ادا

کر رہا ہے۔ اور اس نے یہ چکر بلیک میلنگ کے لیے چلایا ہے۔"
"ہاں! لیکن ذرا سوچو ۔ کمپیوٹر کی مدد سے پروفیسر صاحب نے یہ تصویر تیار کر لی ہے ۔ اور یہ تصویر بالکل جھوٹی ہے، لیکن عدالت اسے جھوٹ قرار نہیں دے سکتی ۔ جب کہ ماہر یہ کہ دیں کہ یہ کیمرہ ٹرک نہیں ہے اور اگر ہم جج صاحب کو وڈیو کیسٹ بھی دکھا دیں تو مسئلہ اور یقینی ہو جاتا ہے اور اس طرح جمال آفریدی کو سزا ہو سکتی تھی ۔ اگر میں یہ تصویر بنوانے میں کامیاب نہ ہو جاتا۔ اور یہ خیال مجھے اس اطلاع کی بنا پر آیا کہ اس تہ خانے میں کمپیوٹر نصب تھے ۔ اب تک ہم یہ خیال کرتے رہے تھے کہ وہاں جعلی نوٹ چھاپے جاتے ہیں ، لیکن ایسی کوئی بات نہیں، اس تہ خانے میں کمپیوٹر کی مدد سے ایسی تصاویر بنائی گئی ہیں ۔ اور پھر وڈیو فلمیں تیار کی گئی ہیں ۔ تاکہ ان لوگوں کو بلیک میل کیا جا سکے ، لیکن افسوس ۔ اب ایسا نہیں ہو سکے گا۔"

"اب سوال یہ ہے کہ وہ پُراسرار آدمی کون ہے؟"

"وہ بہت محتاط ہے ۔ اس نے سامنے آنے کی ابھی تک قطعاً کوئی کوشش نہیں کی۔"

"اور نہ کرے گا ۔ اسے ضرورت ہی کیا ہے۔" فرزانہ

نے کہا۔
"لیکن ہم اس کا سراغ ضرور لگائیں گے۔ تم فکر نہ کرو"
میں اس وقت فون کی گھنٹی بجی۔ دوسری طرف جمال
فریدی تھے :
"بہت بہت شکریہ جناب۔ خود ہی گرفتار کرایا اور خود
ی رہا کرا دیا"
"جی ہاں! آپ اس معاملے میں بالکل بے گناہ ہیں"
"اب آپ کو یہ یقین کس طرح ہو گیا؟"
"تحقیق اسی چیز کا نام ہے جناب۔ آپ کوئی خیال
ر کریں"
"میں خیال کیسے نہ کروں۔ مجھ جیسے بہت زیادہ شہرت
رکھنے والے آدمی کو دو ٹکے کے پولیس ملازم نے گرفتار کرکے
الات پہنچا دیا۔ میں تو اس پر کیس کروں گا کیس"
"اس کی کوئی ضرورت نہیں سر۔ یہ ان تصاویر
ی وجہ سے ہوا۔ اور عدالت کی نظروں میں آپ مجرم
ی بنتے ہیں۔ لیکن ہم نے جو تحقیقات اب کی ہیں ان کی بنا
ہے آپ قصور وار نہیں ہیں۔ لہٰذا مہربانی فرما کر عدالت میں
نے سے پرہیز کریں۔ اس طرح آپ کا بھی وقت بچے گا
اور ہمارا بھی"

"شکریہ جناب" یہ کہہ کر انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔
"ہمیں ادریس بخاری سے ایک ملاقات اور کرنا ہو گی"
"گویا اب آپ اس نا معلوم آدمی کو تلاش کریں گے۔ جس نے ان کی کوٹھی کے نیچے تہ خانہ بنوایا تھا"
"ہاں! اصل مجرم وہ ہے، یہ تصاویر اس نے بنائی تھیں بالکل فرضی"
"تصاویر کو تو فرضی کہا جا سکتا ہے۔ اس فلم کو آپ کس طرح غلط کہہ سکتے ہیں"
"کمپیوٹر کی مدد سے اگر یہ جعلی تصویر بن سکتی ہے تو جعلی فلم بھی بن سکتی ہے"
"اُف مالک۔ اگر یہ کام عام ہو جائے تو اَن گنت لوگوں کو بلیک میل کیا جانے لگے گا" خان رحمان نے کانپ کر کہا۔

"آؤ اب چلیں۔ پروفیسر صاحب آپ آرام کریں"
"اب میں کیا خاک آرام کروں گا۔ اس نا معلوم آدمی سے ملاقات کرنے کے لیے بے چین ہو گیا ہوں"
"یہ بھی ہو سکتا ہے کہ اب تک وہ بے شمار آدمیوں کو بلیک میل کر چکا ہو"
"ہوں۔ اور دوسری طرف اس نے جمال آفریدی کو

نہیں ٹوکا۔ نہ اپنا مطالبہ بتایا۔"

"وقت نہیں ملا ہوگا بے چارے کو۔"

"ہوں، پھر کیا اب ادریس بخاری کی طرف جائیں گے۔ ارے مگر۔ وہاں سے تو کوئی ریسیور ہی نہیں اٹھا رہا۔"

"انہیں اس نامعلوم آدمی کی طرف سے پھر دھمکی ملی تھی۔ لہٰذا وہ لاج روڈ پر منتقل ہوگیا ہے۔"

وہ اٹھے ہی تھے کہ فون کی گھنٹی بج اٹھی، انھوں نے سُنا، جمال آفریدی کہہ رہے تھے:

"اس نے مطالبہ فوراً پورا کرنے کی دھمکی دی ہے جناب۔"

"کب اور کیسے؟"

"صبح آٹھ بجے۔ شمالی پہاڑیوں میں وصول کرے گا۔"

"یہ اچھا ہوگیا۔ اسے پکڑنے کا ایک شاندار موقع مل رہا ہے۔"

"لیکن یہ بھی تو سن لیں۔ اس نے کہا ہے۔ اگر پولیس یا انسپکٹر جمشید کو ساتھ لانے تو رقم وصول نہیں کی جائے گی، اور پھر اخبارات میں یہ تصاویر شائع ہو کر رہیں گی۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ رقم کا بندوبست کر لیں۔ شمالی پہاڑیوں میں ہم خود جائیں گے۔"

"کیا کہا۔ آپ جائیں گے۔" وہ حیران رہ گیا۔

"ہاں! آپ فکر نہ کریں۔ میں آپ کے میک اپ میں جاؤں گا"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا۔ اور انھوں نے ریسیور رکھ دیا۔

وہ ادریس بخاری کے نئے ٹھکانے پر پہنچے۔ وہ انہیں دیکھ کر قدرے پریشان ہوگیا:

"آپ لوگ پھر آگئے۔ خیر تو ہے؟"

"ہاں! خیریت ہے، پریشان نہ ہوں۔ آپ سے چند ایک سوال کریں گے۔ یہ مسئلہ اب حل ہونے والا ہے۔"

"فرمائیے۔ میں ہر اس سوال کا جواب دوں گا جو مجھے معلوم ہوگا۔"

"آپ بہت بڑے مال دار نہیں ہیں، بس یہ کہا جا سکتا ہے کہ اچھے بھلے ہیں۔ پھر آپ نے راجا برادرز کا بل چیک کیوں نہیں کیا تھا؟"

"یہ آپ سے کس نے کہہ دیا۔" وہ زور سے چونکا۔

"راجا برادرز نے۔ اور انھوں نے غلط نہیں کہا۔"

"کیوں۔ یہ کیا بات ہوئی؟"

"اس بل میں انھوں نے تہ خانے کا بل بھی شامل کیا تھا۔ آپ اگر چیک کر لیتے تو یہ بات اسی وقت صاف ہو جاتی۔"

"نہیں! ایسی کوئی بات نہیں ہوئی تھی۔" اس نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"کیا مطلب؟"

"میں نے بل کو اچھی طرح چیک کیا تھا۔ اس میں تہ خانے کا نام و نشان تک نہیں تھا۔"

"یہ ایک اور بات ہوئی۔ اب بل نکال کر دیکھنا ہوگا۔ وہ بل تو آپ کے پاس محفوظ ہوگا؟"

"ضرور ہوگا۔" اس نے کہا۔

"بس تو پھر اسے نکال لائیے۔"

وہ ڈرائنگ روم میں انتظار کرنے لگے۔ کافی دیر بعد ادریس بخاری کی واپسی ہوئی۔ اس کے چہرے پر ہوائیاں اڑ رہی تھیں؛

"وہ۔ وہ رسید فائل میں سے غائب ہے۔"

"یہ کیسے ہو سکتا ہے؟"

"میرے لیے بھی یہ بات حد درجے حیران کن ہے۔"

"آئیے۔ آپ کی فائل بھی دیکھ لیں۔ ویسے اس کی دوسری کاپی راجا برادرز کے ہاں محفوظ ہو گی، آپ فکر نہ کریں۔"

وہ دوسرے کمرے میں آئے۔ ادریس بخاری اپنا دفتری ریکارڈ یہاں لے آیا تھا۔ حملہ آوروں نے صرف نقدی اور زیورات پر ہاتھ صاف کیا تھا۔ فائل میں کوٹھی کا بل واقعی موجود نہیں تھا۔ اب نہ جانے اس میں نکالا بھی گیا تھا یا نہیں۔

"ہم راجا برادرز کے ہاں جا کر چیک کرتے ہیں۔ رسید وہاں سے مل جائے گی۔"

"سوال یہ ہے کہ میری رسید کہاں گئی؟"

"اس پر بعد میں غور کریں گے۔ دراصل آپ گھر سے بے گھر ہیں۔ چیک کریں تو کس طرح۔"

"دوسری فائلیں چیک کرتا ہوں۔ شاید کسی غلط فائل میں لگ گئی۔ آپ اتنے میں ادھر ہو آئیں۔"

"ہوں ٹھیک ہے۔"

وہ راجا برادرز کے ہاں پہنچے، انھیں تھانے سے بلا لیا گیا۔

"معلوم ہوتا ہے۔ آپ اب ہمارے اردگرد ہی منڈلاتے رہیں گے۔" بڑے بھائی نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ہم مجبور ہیں، جب تک ایک کیس کی تہ تک نہیں پہنچ جاتے، آرام سے نہیں بیٹھتے۔ یہ ہماری بہت پُرانی عادت ہے۔" فاروق نے بے چارگی کے عالم میں کہا۔

"خیر فرمائیے۔ اب کیا ہے؟"

"آپ لوگوں کا کہنا ہے کہ ادریس بخاری نے آپ کا بل چیک تک نہیں کیا تھا، اگر وہ چیک کر لیتے تو تہ خانے کا معاملہ اسی وقت طے ہو جاتا، یہی بات ہے نا۔"

"ہاں بالکل۔ کیا وہ اس بات سے انکار کرتے ہیں، اگر

ایسی بات ہے تو پھر انھوں نے اس وقت پوچھا کیوں نہیں کہ یہ تہ خانہ کیسا ہے۔ میں نے تو نہیں کہا تھا بنانے کے لیے۔"

"بات دراصل یہ ہے کہ ان کی فائل سے وہ بل ہی غائب ہے۔ جو آپ نے انھیں دیا تھا۔ اسی لیے اب ہم یہاں آئے ہیں۔"

"یہ کیا مشکل کام ہے۔ ہم اپنا ریکارڈ مکمل رکھتے ہیں، ابھی رسید نکلوا دیتے ہیں۔"

"بہت بہت شکریہ۔"

ایک بار پھر انھیں انتظار کرنا پڑا۔ تھوڑی دیر بعد راجا برادرز کمرے میں داخل ہوئے تو ان کے چہرے فق تھے:

"وہ۔ وہ رسید تو ہمارے ریکارڈ سے بھی غائب ہے جناب۔"

"کیا!!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

عجیب ڈیوٹی

"رسید اس طرف بھی غائب ہے اور اس طرف بھی۔
آخر اس رسید سے ہم کیا فائدہ اٹھا سکتے تھے، یہی نا کہ
ادریس بخاری کو اس میں تہ خانے کا بل لکھا ہوا دکھاتے
اور پوچھتے کہ بتائیے جناب۔ آپ نے بغیر چیک کیے بل
کیوں ادا کیا، اس وقت ادریس بخاری کوئی جواب نہ دے
سکتا۔ اور اس کا صاف مطلب یہ ہوتا کہ گمنام فون کے ذریعے
تہ خانہ بنوانے والا وہ خود تھا، وہی اس تہ خانے میں کمپیوٹر
پر جعلی تصاویر بناتا رہا ہے تاکہ دولت مند ترین لوگوں کو
بلیک میل کر سکے، جیسے کہ مسٹر جمال آفریدی۔ لیکن جب اس
نے دیکھا کہ اس کا پول کھلنے والا ہے۔ اس سے وہ بل
غائب کر دیا۔" انسپکٹر جمشید کہتے چلے گئے۔
"لیکن ابا جان! وہ اپنی فائل سے تو بل غائب کر سکتا
تھا۔ اس نے یہاں کا بل کس طرح غائب کر دیا۔" فرزانہ نے

اعتراض کیا۔

"بہت خوب! بہت اچھا اعتراض ہے۔ اور اس اعتراض کا جواب یہ ہے کہ اس نے اس ادارے کے کسی ملازم سے ساز باز کی ہے، اس کے ذریعے بل غائب کیا ہے۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

"آپ ذرا متعلقہ آدمی کو بلائیں۔ جو یہ سب ریکارڈ رکھتا ہے۔"

"میں ابھی ریکارڈ کیپر کو بلاتا ہوں جناب۔ وہ ہمارا بہت پرانا مُلازم ہے۔"

کلرک آیا تو اس کا رنگ اڑا ہوا تھا، غالباً اس نے اندازہ لگا لیا تھا کہ اس سے کیا پوچھا جانے والا ہے، اس کی حالت دیکھتے ہوئے انسپکٹر جمشید بولے:

"تو وہ بل تم نے غائب کیا ہے؟"

"ہاں جناب۔" اس نے کہا اور پھر بولا:

"اور یہ میری زندگی کا سب سے پہلا جُرم تھا۔ جس پر مجھے شرمندگی ہے۔ لیکن اس جُرم میں کچھ حصہ ان لوگوں کا بھی ہے۔" اس نے راجا برادرز کی طرف اشارہ کیا۔

"کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ مجھے یہاں کام کرتے ہوئے تقریباً پندرہ

سال ہو گئے۔ آج تک تنخواہ نہیں بڑھائی ان لوگوں نے ۔
جب کہ پندرہ سال میں دوسرے اداروں نے پندرہ مرتبہ اپنے ملازمین کی تنخواہ بڑھائی ہے۔ آپ یہ بات باقی ملازمین سے بھی پوچھ سکتے ہیں۔ ان حالات میں ایک نامعلوم آدمی نے فون پر مجھ سے کہا کہ میں فلاں فائل سے فلاں بل نکال کر ضائع کر دوں تو مجھے پانچ ہزار روپے ملیں گے ۔ میں یہ کام کیوں نہ کرتا۔ بس دل میں اُبال آیا ان کے خلاف اور میں کر گزرا۔" اس نے کہا۔

" شاید آپ بہت سچے آدمی بھی ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے ہمدردانہ انداز میں کہا۔

" میں جھوٹ نہیں بولتا۔" اس نے کہا۔

" بل کہاں ہے؟"

" میں نے اس کی ہدایت کے مطابق فائل سے نکال کر جلا دیا تھا۔"

" اچھی بات ہے۔ آپ کا یہ پہلا جرم قابل معافی ہے۔ اور مسٹر راجا برادرز۔ آپ بھی سن لیں۔ اس غریب کو نہ تو ملازمت سے نکالیں گے، نہ اسے تنگ کریں گے۔ اگر ایسا ہوا تو یہ مجھے فون کر دیں گے اور میں یہاں پہنچ جاؤں گا۔ آپ کے لیے دوسری ہدایت یہ ہے کہ آپ اپنے

تمام ملازمین کے پندرہ سال کے بقایا جات ادا کریں ، یعنی پندرہ سال کی جتنی ترقیاں آپ نے ان لوگوں کو نہیں دیں ، وُہ فوراً دیں ، ورنہ آپ کا یہ ادارہ بند کر دیا جائے گا اور آپ کے بنک اکاؤنٹ منجمد کر دیے جائیں گے ۔ پھر ان میں سے ان کے بقایا جات مَیں اپنے ہاتھ سے ان لوگوں کو دوں گا۔"

"یہ ۔ یہ آپ کیا کہ رہے ہیں؟" راجا برادرز گھبرا گئے ۔

"یہی کرنا ہو گا ۔ اب سچ سچ بتا دیں ۔ اس بل میں کیا واقعی تہ خانے کے اخراجات شامل تھے؟"

"ہاں شامل تھے۔" بڑے بھائی نے کہا۔

"اور اس نے چیک کیے بغیر بل ادا کر دیا تھا؟"

"ہم نے تہ خانے کے اخراجات اس انداز سے لکھے تھے کہ اس میں تہ خانے کا لفظ نہیں آیا تھا ۔ لہٰذا بے چارے ادریس بخاری کو کیا پتا لگتا۔"

"ہوں ! اب بات سمجھ میں آئی ۔ گمنام فون کرنے والا اگر خود ادریس بخاری تھا تو اسے وہ بل غائب کرا دینے کی ضرورت نہ تھی ۔ ورنہ یہ ضرورت کسی اور آدمی کو نہیں ہو سکتی۔"

"اس ۔ اس کا مطلب ہے ۔ ہمارے اس کیس کا مجرم ادریس بخاری ہے۔"

"ہاں! آؤ چلیں۔ اس نے ہمیں خوب چکر دیے ہیں۔"

وہ فوراً وہاں سے روانہ ہوئے۔

"لیکن ابّا جان! یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اسے اپنی کوٹھی خالی کرانے کا چکر چلانے کی کیا ضرورت تھی؟"

"اس سوال کا جواب میرے ذہن میں ابھی تک نہیں آ سکا۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اس وجہ سے میں ابھی یقین سے یہ بات نہیں کہہ سکتا کہ مجرم ادریس بخاری ہی ہے۔"

"ہم نے راجا برادرز کے ملازم سے یہ نہیں پوچھا کہ اسے پانچ ہزار کس طرح ادا کیے گئے۔" محمود بڑبڑایا۔

"یہ کوئی ایسا سوال نہیں۔ اس کے گھر کے پتے پر منی آرڈر کے ذریعے بھیج دیے گئے ہوں گے۔" فاروق بولا۔

"ہوں! سوال وہی رہ جاتا ہے۔ اگر اس کیس کا مجرم ادریس بخاری ہے تو اسے خود اپنے خلاف چکر چلانے کی کیا ضرورت تھی۔ اس کی طرف تو ہمارا خیال تک نہ جاتا۔" فرزانہ نے پُر زور انداز میں کہا۔

"اسے گرفتار کرنے سے پہلے ہم اس سوال کا جواب تلاش کریں گے۔ اور یہ کام تم تینوں کو کرنا ہوگا۔" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"جی۔ کیا فرمایا؟" فاروق گھبرا گیا۔

"بس فرما دیا جو فرمانا تھا۔ اس سوال کا جواب تلاش کرو۔"

"بھوکے پیٹ تو یہ نہیں ہو سکے گا۔"

"تب پھر"؟ انسپکٹر جمشید نے سوالیہ انداز میں کہا۔

"پہلے گھر چل کر کھانا کھا لیں۔ کچھ دیر آرام کریں۔ پھر سوچیں گے اس سوال کا جواب۔"

"کھانا کھانے والی بات دل کو لگی ہے جمشید۔" پروفیسر داؤد نے فوراً کہا۔

"معلوم ہوتا ہے۔ آپ کی بھوک چمک اٹھی ہے۔"

"میری بھوک میں بس یہی تو بُری بات ہے کہ بات بے بات چمک اُٹھتی ہے۔"

"آپ اس چیز کا علاج کیوں نہیں کراتے انکل۔" محمود نے کہا۔

"نہیں بھئی۔ جب مجھے بے تحاشہ بھوک لگتی ہے نا۔ تو ایک انجانی سی خوشی محسوس ہوتی ہے۔" وہ مسکرائے۔

"بہر حال، فاروق کی تجویز سے میں بھی اتفاق کرتا ہوں۔" خان رحمان بول اُٹھے۔

"پتا نہیں، کیا بات ہے۔ سب لوگ فوراً فاروق کا ساتھ دینے پر تل جاتے ہیں۔" فرزانہ نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

آخر وہ گھر پہنچے۔ بیگم جمشید ان سب کو ایک ساتھ دیکھ

کر خوش ہو گئیں۔

"خیر تو ہے۔ اس قدر زیادہ خوش ہونے کی وجہ تو آس پاس نظر نہیں آ رہی ہے" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر کہا
"کم از کم اب مجھے اطمینان ہو گیا ہے۔ آپ کھانا کھائے بغیر کہیں نہیں جائیں گے۔"

"بلکہ بھابی۔ ہم تو آئے ہی ہیں کھانا کھانے۔"

"بہت خوب!" بیگم جمشید نے انسپکٹر جمشید کے انداز میں کہا اور مسکرا دیں۔

کھانے سے فارغ ہو کر وہ سوچ میں ڈوب گئے۔ یہ بات ابھی تک ان کی سمجھ میں نہیں آئی تھی کہ ادریس بخاری کو مجرم ہونے کی صورت میں اپنے خلاف چکر چلانے کی کیا ضرورت تھی۔ کافی دیر تک سوچ میں گم رہنے کے بعد فرزانہ نے قریباً اچھل کر کہا:

"وہ مارا! ہم ایک بات اب تک نظر انداز کرتے رہے ہیں۔"

"یہ بھی اللہ کا شکر ہے کہ صرف ایک بات نظر انداز کرتے رہے ہیں، اگر پانچ سات باتیں نظر انداز کرتے رہے ہوتے تو فرزانہ نہ جانے اور کتنا اونچا اچھلتی۔"

"یہ حساب لگانا تو بہت آسان ہے بھئی۔" محمود نے فوراً کہا

"اور کیا۔ محمود تمھارا حساب میں بہت تیز ہے" فرزانہ نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

"میرا خیال ہے۔ پہلے تم سے وہ بات پوچھ لی جائے۔ کہیں ذہن سے نہ نکل جائے" انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔

"اوہ ہاں! ابا جان۔ واقعی۔ خیر سُن لیجیے۔ ہم ان دس حملہ آوروں کو بالکل بھول گئے ہیں۔ مجھے تو وہ بھی اس سازش میں برابر کے حصّے دار معلوم ہوتے ہیں۔ اور ہم نے نہ انھیں گرفتار کرنے کی کوشش کی، نہ اس سلسلے میں کوئی اور قدم اٹھایا۔ جب کہ وہ ادریس بخاری کی بے شمار دولت سمیٹ گئے ہیں۔"

"اگر ادریس بخاری نے یہ چکر خود اپنے خلاف چلایا ہے تو پھر وہ دس آدمی بھی اس کے اپنے تھے اور اس ڈرامے میں برابر کے حصّے دار تھے۔"

"تب پھر۔ ادریس بخاری کو مجرم ثابت کرنے کے لیے یہ بہت ضروری ہے کہ ان دس آدمیوں کو یا ان میں سے ایک دو کو گرفتار کیا جائے۔ یہ کام صاف ظاہر ہے۔ محمود، فاروق اور فرزانہ کریں گے۔ کیونکہ ان دس آدمیوں کو انھوں نے دیکھا ہے۔ چلو بچو۔ کام شروع کردو" انسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"ابّا جان! اور ہم کام کب نہیں کرتے" محمود نے منہ بنایا۔
"اچھا بھائی۔ اب جاؤ اور ان دس آدمیوں کو پکڑ لاؤ"
"پکڑ لاؤ تو آپ نے اس طرح کہہ دیا جیسے وُہ کسی جگہ بیٹھے ہمارا انتظار ہی تو کر رہے ہیں کہ کب ہم وہاں جائیں اور وُہ خود کو گرفتاری کے لیے پیش کر دیں"
"اگر تم نہیں جاتے تو پھر میں نکلتا ہوں اس مہم پر"
"آپ انھیں پہچانیں گے کیسے؟"
"تم سے حلیے پوچھ کر نکل جاؤں گا" وہ مسکرائے۔
"دس آدمیوں کے حلیے بتانے سے یہ کہیں بہتر ہے کہ ہم ہی انھیں تلاش کر لائیں" محمود نے گھبرا کر کہا۔
"شکریہ!" انھوں نے مسکرا کر کہا۔
اور وُہ باہر نکل آئے۔
"عجیب ڈیوٹی ہے۔ اب ان دس کی تلاش میں کیا ہم سارے شہر کی خاک چھانیں" فاروق نے ہنسا کر کہا۔
"سارے شہر کی خاک چھاننے کی بجائے اگر ہم عقل سے کام لیں تو انھیں تلاش کرنا آسان ہو گا" محمود بولا۔
"اس کام کے لیے ہمارے ساتھ فرزانہ جو ہے"
"اور تم دونوں نے تو اپنی عقلیں بیچ کھائی ہیں" فرزانہ نے انھیں گھورا۔

"اب ہم اتنے بھی غریب نہیں ہیں"

"خیر! میں غور کرتی ہوں"

فرزانہ سوچ میں ڈوب گئی ۔ تینوں کار میں بیٹھ کر گھر
سے نکل آئے ۔ کار محمود چلا رہا تھا ۔ اس نے سوچے سمجھے
غیر کار ایک سڑک پر موڑ دی ۔
"یہ کیا ۔ کس طرف کا رُخ کر رہے ہو" فاروق نے
ٹھٹک کر پوچھا ۔
"ادریس بخاری کی کوٹھی کی طرف ۔ یہ سارا کیس اس کوٹھی
کے ہی گرد گھومتا نظر آتا ہے ۔ کیوں نہ ان دس کو بھی وہیں
تلاش کیا جائے"

"وہاں تو ہم تالا لگا آئے ہیں"

"اور تہ خانے کے بارے میں کیا خیال ہے ۔ وہ تو درختوں
کے جھنڈ میں کھل ہی سکتا ہے" فرزانہ نے کہا ۔
"اوہو ۔ تو کیا تمہارے خیال میں وہ دس آدمی تہ خانے
میں موجود ہیں"

"اس کا زبردست امکان ہے"

"لیکن ہم تہ خانہ بھی دو بار دیکھ چکے ہیں"

"جب انھوں نے ہمیں تہ خانے کی طرف آتے دیکھا تو
درختوں والے راستے سے نکل کر درختوں کے پیچھے چھپ

گئے اور ہم لوگوں کی کارروائی دیکھتے رہے۔ ہمارے جانے کے
بعد وہ درختوں کے پیچھے سے نکل کر پھر تہ خانے میں چلے گئے
"اوہو!" وہ حیران رہ گئے۔
"اور یہی وجہ ہے کہ وہ اتنی جلدی غائب ہو گئے تھے۔"
"بات دل کو لگتی ہے۔" محمود نے کہا۔
"تو پھر چلو۔ درختوں کے جھنڈ کی طرف سے تہ خانے میں
داخل ہوتے ہیں۔"
"صرف میں اور فرزانہ جائیں گے۔ فاروق تم باہر ٹھہرو گے۔"
"کیوں! میں باہر ٹھہر کر کیا کروں؟"
"نگرانی۔ وہ کسی طرف سے نکل نہ جائیں۔"
"اچھی بات ہے۔ بسم اللہ کرو۔"
انھوں نے درختوں کی طرف والا دروازہ کھولا اور تہ خانے
میں داخل ہو گئے۔ فاروق باہر رہ گیا۔ اب اسے تلاش ہوئی
ایک ایسے درخت کی۔ جس پر چڑھ کر وہ نہ صرف اس راستے
کو نظر میں رکھ سکے۔ بلکہ کوٹھی کے اردگرد بھی نظر رکھ سکے۔
جلد ہی اس نے ایسا درخت تلاش کر لیا۔ دوسرے ہی لمحے
وہ بلا کی رفتار سے اوپر چڑھ رہا تھا۔ یہاں تک کہ وہ بہت
اونچائی پر پہنچ گیا۔
اچانک اس کا منہ کھلا کا کھلا رہ گیا۔ وہ سوچ بھی نہیں

سکتا تھا کہ اس درخت پر چڑھنا اس قدر کارگر ثابت ہو سکتا ہے۔ وہ دل ہی دل میں مسکرایا اور پھر درخت سے اترنے لگا۔
اب اسے ان دونوں کا انتظار تھا۔

جونہی وہ دونوں آئے۔ فاروق نے سوالیہ انداز میں ان کی طرف نظریں اُٹھائیں۔

"وہ تہ خانے میں نہیں ہیں۔"

"اچھا تو پھر میرے ساتھ آؤ۔"

یہ کہہ کر فاروق جلدی جلدی درخت پر چڑھنے لگا۔ جونہی وہ چوٹی پر پہنچے۔ ان کی آنکھیں بھی حیرت سے پھیل گئیں۔

گُل کہانی

"یہ - ہم کیا دیکھ رہے ہیں" محمود نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"ادریس بخاری کی کوٹھی کی چھت" فاروق نے فوراً کہا۔

"اور اس چھت پر وہ دس کے دس غنڈے موجود ہیں، ساز و سامان سمیت - گویا گھر کی دولت گھر ہی میں رہ گئی۔ خود کو مظلوم بھی ظاہر کر لیا" محمود نے کہا۔

"سوال یہ ہے کہ ادریس بخاری اس طرح کیا فائدہ اٹھانا چاہتا ہے؟" فرزانہ نے اُلجھن کے عالم میں کہا۔

"اس سوال کا جواب ہی تو ہمیں حاصل کرنا ہے - آؤ چلیں - ان سے دو دو باتیں کریں گے" محمود بولا۔

"پہلے ہم ایک تجربہ کیوں نہ کر لیں"

"ایک تو تمھارے تجربات ہر جگہ ٹپک پڑتے ہیں، خیر" فاروق نے بُرا سا منہ بنا کر کہا۔

جب کوٹھی کی تلاشی لی گئی تھی تو چھت بھی دیکھی گئی تھی، اس وقت یہ اوپر نہیں تھے۔ سوال یہ ہے کہ اس وقت یہ لوگ کہاں تھے؟

"تہ خانے میں اور کہاں ہوں گے۔" محمود بولا۔

"اور پھر تہ خانے سے اوپر کس طرح پہنچ گئے۔ جب کہ کوٹھی کو باہر سے سیل کر دیا گیا ہے۔"

"اوہو! یہ بات تو واقعی چکرا دینے والی ہے۔"

"تب پھر اس کوٹھی، تہ خانے اور بیرونی راستے کو ملانے والا کوئی تیسرا راستا بھی ہے۔"

"اللہ اپنا رحم فرمائے۔ یہ کوٹھی ہے یا بھول بھلیاں۔"

"آؤ جلدی کرو۔ اب ہم دروازہ کھول کر اور آوازیں پیدا کرکے اندر جائیں گے۔ تاکہ وہ بھی سن لیں۔ ہم دیکھنا چاہتے ہیں۔ آوازیں سن کر وہ کیا کرتے ہیں۔"

"تب پھر میں درخت پر ہی ٹھہرتا ہوں۔ یہ معلوم تو ہو جائے گا کہ وہ فوری طور پر کیا کرتے ہیں۔"

"چلو یونہی سہی۔"

محمود اور فرزانہ نیچے اتر گئے اور دروازے پر پہنچ گئے۔ اب وہ اونچی آواز میں بات چیت بھی کر رہے تھے۔ پھر انھوں نے سیل توڑ دی اور تالے کو دو تین جھٹکے مارے۔ پھر چابی

سے اسے کھول ڈالا اور اندر داخل ہو گئے۔ پہلے اِدھر اُدھر گھومتے رہے، پھر چھت کا رُخ کیا۔ ساتھ میں باتیں بھی کر رہے تھے۔

"ہم حیران تو اس بات پر ہیں۔ آخر وہ اس قدر جلدی غائب کیسے ہو گئے تھے؟"

"اگر حیران ہو تو ہوتے رہو۔ کم از کم میں حیران ہونے کی ضرورت محسوس نہیں کر رہی۔"

وہ چھت پر پہنچے، چھت بالکل صاف نظر آئی۔ نہ وہ غنڈے تھے اور نہ سامان۔

"لگتا ہے، یہ لوگ بچپن میں بہت زیادہ آنکھ مچولی کھیلتے رہے ہیں۔" فرزانہ بڑبڑائی۔

محمود نے درخت کی طرف دیکھا۔ فاروق مسکرا رہا تھا۔ اس نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا کہ اب وہ لوگ نیچے چلے گئے ہیں۔

"تب پھر تم جنگل والے راستے سے تہ خانے میں داخل ہو جاؤ۔ دیکھیں، اس صورت میں وہ کیا کرتے ہیں۔" محمود نے دبی آواز میں کہا۔

"اچھا! لیکن اگر ان دس نے مل کر مجھے قابو میں کر لیا۔" فاروق نے منہ بنا کر کہا۔

"فکر نہ کرو ۔ اس صورت میں ہم بہت جلد تم تک پہنچنے کی کوشش کریں گے۔"

"شکریہ ۔ بھائی بہن ہوں تو ایسے۔" فاروق نے کہا اور درخت سے نیچے اترنے لگا، پھر اس جھنڈ میں پہنچا ۔ جس میں دروازہ کھلتا تھا ۔ دروازہ کھلتے ہی وہ اندر داخل ہو گیا، ایک منٹ بعد وہ تہ خانے میں تھا ۔ تہ خانے کے فرش پر وہ سارا سامان موجود تھا جو ادریس بخاری سے لوٹا گیا تھا، البتہ دس غنڈے کہیں نظر نہیں آئے ۔ وہ بے دھڑک سامان کی طرف لپکا اور اسے الٹ پلٹ کر دیکھا ۔ عین اس وقت دس آدمی اس پر آ پڑے ۔ حملہ بے خبری میں کیا گیا تھا ۔ اس لیے وہ دھڑام سے گرا اور پھر دس آدمیوں نے اسے جکڑ لیا :

"یہ کیا بھئی ۔ دس ملبے چوڑے آدمیوں نے ایک دبلے پتلے لڑکے کو چھپ کر پکڑا ہے ۔ اتنی بھی دلیری نہیں تم میں کہ آواز دے کر مجھے پکڑتے۔" فاروق نے ہنسا کر کہا ۔

"ہم سمجھے تھے ۔ پتا نہیں، کتنے لوگ ہوں گے ۔ اگر یہ معلوم ہوتا کہ صرف ایک لڑکا ہے تو اس طرح نہ کرتے۔" ان میں سے ایک نے کہا ۔

"نہیں ! تم مجھے قابو میں نہیں کر سکتے تھے ۔ اب چھوڑ کر

دیکھ لو۔" فاروق مسکرایا۔

"یہ بات ہے۔ اچھا ٹھیک ہے، چھوڑ رہے ہیں تمھیں۔ دیکھتے ہیں، تم کیا کر لیتے ہو۔"

انھوں نے فاروق کو چھوڑ دیا۔ وہ اچھل کر ان سے دور ہو گیا۔ اب وہ ایک طرف کھڑے تھے، یہ دوسری طرف۔ ان دس کے چہروں پر طنزیہ مسکراہٹیں تھیں۔ وہ ہاتھ کولھوں پر رکھے اکڑ کر کھڑے تھے:

"کیا خیال ہے، اب قابو کر کے دکھائیں تمھیں۔"

"ہاں آؤ۔" فاروق نے انھیں للکارا۔

وہ اس کی طرف دوڑ پڑے۔ فاروق نے ایک چھلانگ لگائی اور جھکائی دیتا ہوا دوسری طرف نکل گیا۔ ایسے میں اس نے جھک کر زیورات کا ڈبا اٹھا لیا۔ حملہ آور تیزی سے پلٹے اور اس کی طرف لپکے، اس نے ڈبا سب سے اگلے پر کھینچ مارا، وہ اس کے منہ پر لگا اور وہ چیخ مار کر نیچے گرا، باقی نو اس کی طرف آندھی اور طوفان کی طرح لپکے۔ جونہی وہ اس کے بالکل نزدیک پہنچے، فاروق تڑ سے گرا اور فرش پر پھسلتا ہوا ان کی کمر کی طرف پہنچ گیا۔ اس نے اچھل کر ایک لات ایک کے اور دوسری لات دوسرے کے رسید کر دی۔ دونوں اوندھے منہ گرے۔ فاروق نے اِدھر اُدھر نظریں

گھمائیں کوئی اور ایسی چیز نظر نہ آئی۔ جو وہ ہاتھ میں پکڑ لیتا، لیکن زیورات کا وہ ڈبا ضرور اس کے پاس پڑا تھا۔ اس نے پھر جھک کر اسے اُٹھا لیا اور ایک اور کے منہ پر کھینچ مارا، اس کی بھی لرزہ خیز چیخ گونج اُٹھی۔ ایسے میں فرزانہ کی چہکتی آواز سُنائی دی:

"ہائیں! یہاں تو اچھا بھلا دنگل ہو رہا ہے"

"تو تم بھی اس دنگل میں شریک ہو جاؤ۔ کیونکہ ایک سے تین بھلے"۔ فاروق ہنسا۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ"

اب ان تینوں نے اپنے خاص انداز میں دائرہ بنا کر لڑنا شروع کیا۔

"یہ ۔ یہ ہم کیا مصیبت مول لے بیٹھے ہیں"۔ ان میں سے ایک نے بوکھلا کر کہا، ساتھ ہی اس کے ناک پر محمود کا بھرپور مُکا لگا۔

"ایسے تم عجیب مصیبت کہہ سکتے ہو، ہمیں کوئی اعتراض نہیں ہوگا"۔ فاروق بولا۔

اور پھر ان کے لیے واقعی عجیب مصیبت شروع ہو گئی۔ محمود، فاروق اور فرزانہ نے طوفانی انداز میں وار کیے، وہ اس بُری طرح گڑ بڑائے کہ زمین دیکھتے چلے گئے۔ آخر محمود

نے ہاتھ جھاڑتے ہوئے کہا:

"چلو چھٹی ہو گئی بے چاروں کی۔ اب فون کرتے ہیں انکل اکرام کو۔ کہ انھیں لے جانے کا بندوبست کر دیں۔"

"اور ایک فون گھر بھی ہو جائے۔ ابّا جان بھی تو ان کے انتظار میں سوکھ رہے ہوں گے۔"

"خیر۔ سوکھنے کی تو انھیں اتنی ضرورت نہیں۔"

آدھ گھنٹے بعد وہ اکرام کے ساتھ ان سب کو اور سامان کو لے جا رہے تھے۔ انسپکٹر جمشید بھی یہ خبر سن کر دفتر پہنچ چکے تھے۔ انھوں نے اِدھر اُدھر چند فون کیے۔ سب سے آخر میں ادریس بخاری کو فون کیا:

ان حملہ آوروں اور سامان کو دیکھ کر ادریس بخاری خوش ہو گیا اور پُرجوش انداز میں بولا:

"یہ کام دکھایا ہے آپ نے۔"

"کیا آپ واقعی حیرت زدہ ہیں؟" انسپکٹر جمشید نے حیران ہو کر پوچھا۔

"جی کیا مطلب۔ بھلا میں ان لوگوں کو گرفتار دیکھ کر اور سامان یہاں دیکھ کر حیران کیوں نہیں ہوں گا؟" اس نے اور بھی حیران ہو کر پوچھا۔

"میرا خیال تھا کر آپ حیران ہونے کی بجائے فکرمند

اور پریشان ہو جائیں گے یا پھر آپ زبردست ایکٹر ہیں۔"

"وہ۔ وہ کیوں؟"

"انھیں آپ کی کوٹھی کے تہ خانے سے پکڑا گیا ہے۔"

"کیا!!!" وہ چلا اٹھا۔

"ہاں! یہ تمام وقت وہاں سے کہیں نہیں گئے، سامان سمیت یا تو کوٹھی کے تہ خانے میں رہے ہیں یا کوٹھی کی چھت پر یا درختوں کے جھنڈ میں۔"

"حیرت ہے۔ آخر یہ سب کیا ہے؟"

"یہی معلوم کرنے کے لیے تو میں نے آپ کو یہاں بلایا ہے۔"

"لیکن کیا معلوم کرنے کے لیے؟"

"یہ کہ یہ سب چکر کیا ہے؟"

"مم۔ میں کیا جانوں۔"

"دیکھیے جناب۔ حالات آپ کے سراسر خلاف جا رہے ہیں۔ ہم صرف اور صرف اس نتیجے پر پہنچے ہیں کہ آپ خود یہ چکر چلا رہے ہیں۔"

"لیکن کیوں۔ مجھے ایسا کرنے کی آخر کیا ضرورت تھی۔" اس نے فوراً کہا۔

"اس سوال کا جواب ہمیں ابھی حاصل کرنا ہے۔ ورنہ ہم حاصل

کریں گے اِن شاء اللہ"!

"اور اس سوال کا جواب میں دیتی ہوں، آپ نے یہ سارا چکر اس لیے چلایا تھا کہ کوئی بھی آپ پر شک نہ کرے۔ پہلے ہی آپ اپنی ذات کو شک کی زد میں لے آئیں، ہم سب مل کر آپ پر خوب شک کریں، لیکن آخر میں یہ کہہ کر آپ کو شک سے بَری کر دیں کہ آخر آپ کو اپنے خلاف یہ سارا چکر چلانے کی ضرورت کیا تھی اور جب ہمیں کوئی ضرورت نہیں نظر آئے گی تو ہم آپ کو مجرم خیال ہی نہیں کریں گے۔ اور آپ بے فکر ہو کر بلیک میلنگ کا یہ کالا دھندا کرتے رہیں گے، نہ آپ کو کوئی پوچھنے والا ہوگا نہ ٹوکنے والا۔"

"بہت خوب فرزانہ۔ ان کے خلاف ہمارے پاس اب مکمل ثبوت ہے۔ یہاں تک کہ وُہ دس آدمی بھی۔" اِنسپکٹر جمشید نے مسکرا کر کہا۔

"وہ دس آدمی بھی۔ کیا مطلب؟"

"مطلب یہ کہ وہ دس آدمی بھی ان کے خلاف گواہی دیں گے۔ یہ کہ یہ ڈراما رچانے کے لیے انھوں نے ان سب کو تیار کیا تھا۔"

"تو آپ کا مطلب ہے۔ مَیں بلیک میلر ہُوں؟"

" ہاں! آپ نے اس تہ خانے میں کمپیوٹر سیٹ نصب کر
رکھے تھے، ان کے ذریعے جعلی تصاویر بنائی گئیں۔ یہاں
تک کہ جعلی وڈیو فلمیں تک تیار کر لی گئیں جن کی موجودگی
میں کوئی شخص خود کو بے قصور ثابت نہیں کر سکتا تھا۔
ایسے آدمی کے لیے صرف اور صرف یہ چارہ رہ جاتا تھا
کہ وہ آپ کی بات مان لے، آپ کا مطالبہ پورا کر دے۔"
" پتا نہیں! میں کیا سُن رہا ہوں۔"
" ہم آپ کو گرفتار کر رہے ہیں۔ اخباری نمایندے بھی
ساری گفتگو علیحدہ کمرے میں سُن رہے ہیں۔ تمام
تفصیلات انھیں بھی مہیا کر دی جائیں گی۔ آپ تو کل
کے اخبارات میں جمال آفریدی صاحب کے خلاف وہ تصویر
شائع کرا رہے تھے نا۔ اب آپ کے خلاف تصاویر شائع
ہوں گی۔"
" نن۔ نہیں۔ یہ۔ یہ میرے ساتھ بہت بڑا ظلم ہو گا۔"
" ایسی کوئی بات نہیں۔ نہ آپ دوسروں کے ساتھ ظلم
کرتے۔ نہ آپ کے ساتھ ظلم ہوتا۔ آپ نہیں جانتے، دوسرے
کمرے میں اور بھی لوگ موجود ہیں۔ اب آپ سب یہاں
تشریف لے آئیں۔" انھوں نے دروازے کی طرف دیکھتے ہوئے
بلند آواز میں کہا۔

اخباری نمایندے، راجا برادرز اور جمال آفریدی کے علاوہ کچھ دوسرے آفیسر بھی اندر آ گئے۔ وہ دس غنڈے بھی اندر لائے گئے۔

"آخر میں ہی ان دس سے پوچھتا ہوں۔ تم لوگ کیا کہتے ہو۔ تمہیں کس نے اس کام پر مقرر کیا تھا؟"

"اسی شخص نے جناب۔ ہمیں بھی بلا وجہ پھنسوا دیا۔ اس نے تو ہم سے کہا تھا کہ یہ ایک فرضی سا ڈراما رچا رہا ہے جس میں کوئی قانونی چکر نہیں چلے گا۔"

"یہ۔ یہ میں کیا سُن رہا ہوں۔ شاید خواب دیکھ رہا ہوں۔" ادریس بخاری نے بوکھلا کر کہا۔

"اب اور زیادہ ایکٹنگ نہیں چلے گی جناب! مانا کہ آپ بہت اچھے اداکار ہیں اور آپ نے ہمیں مسلسل اپنی اداکاری کا کمال دکھایا۔ ہم آپ کی اداکاری کے جال میں بھی پوری طرح آ گئے تھے، لیکن آخر کار آپ کا بھانڈا پھوٹ ہی گیا۔" انسپکٹر جمشید کہتے ہی چلے گئے۔

"اور چھوٹا بھی نہیں چھوڑا ہے میں۔" فاروق مسکرایا۔

"ن۔ نہیں۔ نہیں۔ میں نے تو کوئی جرم نہیں کیا۔ آپ مجھے گرفتار نہیں کر سکتے۔"

"اس قدر ثبوت موجود ہونے کے باوجود آپ یہ کہہ رہے

ہیں ۔ آپ کا دماغ تو نہیں چل گیا ۔ کیا دُنیا کی کوئی عدالت آپ کی بے گناہی تسلیم کر سکتی ہے ؟ وہ بھی زبانی باتوں سے، اچھا یہ بتائیے ۔ آپ کے پاس بھلا اپنی بے گناہی کا کیا ثبوت ہے ؟

"ثبوت"۔ وُہ دھک سے رہ گیا ۔

"ہاں ثبوت"۔

"ثبوت میرا وکیل حاصل کر کے عدالت میں پیش کرے گا ۔ آپ مجھے ضمانت پر رہا کر دیں"۔ اس نے کہا ۔

"افسوس! میں ایسا نہیں کر سکتا ۔ آپ کی ضمانت بھی اب عدالت سے ہو سکے گی"۔ وہ بولے ۔

"خیر! کوئی بات نہیں، دیکھا جائے گا"۔ اس نے دانت پیسے ۔ چہرے پر حد درجے غصّے کے آثار تھے ۔

"آپ صرف یہ بتا دیں کہ اب تک کتنے لوگوں کو بلیک میل کر چکے ہیں ؟

"ایک کو بھی نہیں ۔ آپ مون ٹاک کے بارے میں کیا کہتے ہیں"۔ اس نے جل بھن کر کہا ۔

"مون ٹاک نام کا کوئی شخص اس وقت ہمارے مُلک میں موجود نہیں ۔ دُنیا میں ضرور ہے ۔ اس وقت کہاں ہو گا ۔ کچھ نہیں کہا جا سکتا ۔ یہ بھی ٹھیک ہے کہ وُہ بین الاقوامی

سمگلر ہے۔"

"تو پھر وہ خط کس نے لکھے تھے؟"

"فرضی خط تھے۔ ان کی کوئی اہمیت نہیں رہ جاتی۔"

"اچھی بات ہے۔ آپ مجھے عدالت سے سزا دلوا کر دکھا دیجیے گا۔"

"اکرام۔ انہیں لے جاؤ۔ بے چارے اپنے ہوش میں نہیں ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے افسوس زدہ لہجے میں کہا۔

اکرام ان سب کو کمرے سے باہر لے گیا۔ ان کے جانے کے بعد چند سیکنڈ تک خاموشی طاری رہی۔

"اُف مالک۔ یہ دولت کا لالچ بھی کیا چیز ہے۔" آئی جی صاحب کی آواز اُبھری۔

"اب جمال آفریدی صاحب بھی بے فکری کی نیند سوئیں گے۔" انھوں نے کہا۔

"ہاں بالکل۔ بہت بہت شکریہ جناب۔ ویسے میں تو اس ملک سے ہی چلے جانے کا پروگرام بنا چکا تھا۔ میں نے سوچا تھا۔ اخبارات میری مٹی پلید کر دیں گے۔ لہٰذا یہاں سے نکل ہی جانا چاہیے۔"

"اب آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"

"بہت بہت شکریہ جناب۔" جمال آفریدی بولے۔

وہ سب لوگ اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ بھی گھر کی طرف روانہ ہو گئے۔

"کچھ مزا نہیں آیا ابا جان۔" راستے میں محمود نے کہا۔

"کیوں! کیا بات ہے؟"

"نہ جانے کیا بات ہے۔ اس شخص کو گرفتار دیکھ کر طبیعت اداس ہو گئی ہے۔"

"بھئی۔ ایسا ہونا قدرتی بات ہے۔ جب میں کم عمر تھا۔ مجرموں کو گرفتار کرتا تھا تو میری بھی یہی حالت ہو جاتی تھی۔"

"ویسے ابا جان۔ پہلے ثبوت کے طور پر عدالتوں میں تصاویر پیش کی جاتی تھیں۔ عدالتیں ان کو بطور ثبوت قبول بھی کرتی تھیں۔ اب اس حیرت انگیز دریافت کے بعد۔ عدالتیں کیا کریں گی؟"

"تصویری ثبوت عدالتوں کے لیے ناقابل قبول ہو جائیں گے۔ اور کیا کریں گی؟"

"کس قدر عجیب دریافت کی ہے اس شخص نے۔ یہ خیال کمپیوٹر کے کسی ماہر کو ہی آ سکتا تھا۔"

"اوہو۔ مجھے یہ خیال تو آیا ہی نہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"جی۔ کیا خیال؟" تینوں ایک ساتھ بولے۔

آؤ بھئی ۔ جلدی کرو۔"

انھوں نے کار کا رُخ بدل دیا ۔ جلد ہی وہ ایک گھر کے سامنے رُکے ۔ گھر کے مکینوں سے انھوں نے چند سوالات کیے ، پھر وہاں سے رخصت ہو کر ایک اور گھر کا رُخ کیا ۔ وہاں بھی انھوں نے یہی کیا ۔ اس کے بعد اکرام سے رابطہ قائم کر کے چند معلومات حاصل کرنے کی ہدایات دیں ۔ اکرام نے وہ معلومات پندرہ منٹ میں انھیں پہنچا دیں ۔ ان معلومات کی بنا پر انسپکٹر جمشید گہری سوچ میں گم ہو گئے ۔ آخر انھوں نے سر اُٹھایا ، کانپ کر بولے :

" اُف مالک ۔ یہ ۔ یہ کیا ہے ۔ میں ۔ مجھ سے کس قدر بھیانک غلطی ہو چلی تھی۔"

" اللہ کا لاکھ شکر ہے ۔ اس نے ہمیں اس بھیانک غلطی سے بچا لیا۔" فرزانہ بولی ۔

" ٹھہرو بھئی ۔ مجھے سوچنے دو ۔ تم بھی سوچو ۔ غور کرو ۔ یہ اس کیس کا انتہائی حیرت انگیز پہلو ہے ۔" یہ کہہ کر انھوں نے اکرام کو فون کیا ۔ اسے چند ہدایات اور دیں ۔

تھوڑی دیر بعد وہ سب اپنے گھر بیٹھے کیس کا نئے سرے سے جائزہ لے رہے تھے ۔

" میں تو یہ کہتا ہوں ۔ اس کیس کی کوئی کل سیدھی نہیں۔"

محمود نے منہ بنایا۔
"اور میں یہ کہتا ہوں کہ یہ کیس گرگٹ کی طرح رنگ بدل رہا ہے۔" فاروق مسکرایا۔
"اور میں یہ کہتی ہوں کہ ہمیں مون ٹماک کی طرف توجہ دینی چاہیے۔ اس منصوبے میں ضرور مون ٹماک کا ہی ہاتھ ہے۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔
"پورے شہر میں مون ٹماک کی تلاش جاری ہے۔ اگرچہ اب وہ تصاویر کے ذریعے کسی کو بلیک میل نہیں کر سکے گا، کیونکہ کیس کی تمام تفصیلات اخبارات میں آنے والی ہیں، لیکن پھر بھی آخر وہ بین الاقوامی مجرم ہے۔ ہم اسے فرار ہونے کا موقع ہرگز نہیں دیں گے۔ تمام مشکوک آدمیوں کی نگرانی ہو رہی ہے۔"
"ارے بے چارے ادریس بخاری کا کیا کیا گیا ہے؟" خان رحمان بولے۔
"اسے سمجھا دیا گیا ہے۔ بظاہر وہ ابھی حوالات میں ہے، لیکن وہ سب انسپکٹر کے کمرے میں بہت آرام سے ہے اور بہت خوش بھی، کیونکہ اب اسے معلوم ہو گیا ہے کہ کیس کا رخ بدل چکا ہے۔"
"چلیے۔ اس بے چارے کی تو جان چھوٹی۔"

"ہاں! بہت پریشان ہو گیا تھا۔ اب ہمیں مون ٹاک کی گرفتاری کے لیے کچھ کرنا ہے۔"

"ہم اب تک یہی خیال کرتے رہے کہ مون ٹاک دون ٹاک یہاں کوئی نہیں ہے۔ اس کے نام سے کوئی فائدہ اٹھانے کے چکر میں ہے۔"

"عین وقت پر اگر آپ کو خیال نہ آجاتا تو مون ٹاک نکل گیا تھا۔" محمود نے کہا۔

عین اس وقت فون کی گھنٹی بجی۔ انسپکٹر جمشید نے ریسیور اٹھا کر دوسری طرف کی بات سنی، پھر وہ بولے:

"اچھا ٹھیک ہے۔ ہم آ رہے ہیں۔ باقی لوگوں کو بھی فون کر کے وہیں جمع کر لو اور اصل آدمی کو بھی فون کر دو کہ ان سے چند سوالات پوچھنے ہیں سرسری سے۔ ساتھ میں یہ بھی کہہ دینا کہ وہ سوالات ادریس بخاری کے خلاف مزید اطمینان کرنے کے سلسلے میں ہوں گے۔ اگر وہ کہیں کہ ان کے پاس وقت بہت کم ہے، تو کہہ دینا، انھیں بہت جلد فارغ کر دیا جائے گا۔ اور انھیں لیٹ بھی نہیں ہونے دیا جائے گا۔ اور اگر کسی نہ کسی وجہ سے وہ لیٹ ہو ہی گئے تو ان کے لیے دوسرا بندوبست کیا جائے گا۔"

"بہت بہتر سر۔" دوسری طرف سے کہا گیا۔

ریسیور رکھ کر وہ اُٹھ کھڑے ہوئے ۔
مون ٹاک اب ہمارے جال میں ہے ۔آؤ چلیں"۔
سب لوگ بڑی گاڑی میں بیٹھ کر دفتر پہنچے ۔ دفتر کے میٹنگ ہال میں اس وقت بڑے بڑے لوگ موجود تھے ۔ ان سب کے چہروں پر بلا کی حیرت بھی تھی ، کیونکہ تھوڑی دیر پہلے ہی تو یہاں سے رخصت ہوئے تھے کہ اب پھر بلا لیے گئے تھے ۔ ادریس بخاری بھی ان کے درمیان نظر آیا ۔ اب ، اس کے چہرے پر اطمینان نظر آ رہا تھا ۔
" یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ اب پھر سب لوگوں کو کیوں بلایا گیا ہے"۔ راجا برادرز نے منہ بنا کر کہا ۔
" ابھی سمجھ میں آ جائے گی ، فکر نہ کریں"۔ انسپکٹر جمشید مسکرائے ۔
" لیکن ہم لوگ فارغ نہیں ہیں ، بہت مصروف ہیں جناب"۔ دوسرے راجا نے کہا ۔
" میں جانتا ہوں ۔ اور یہ بھی جان لیں کہ خود ہم بھی بہت مصروف ہیں"۔ انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا ۔
" خیر ۔ انسپکٹر جمشید ۔ تم کہو ۔ کیا کہنا ہے اور اب کیا چکر چل گیا ہے ۔ یہ ادریس بخاری صاحب ہتھکڑی کے بغیر کیوں نظر آ رہے ہیں ؟
" میں نے یہ مناسب نہ سمجھا کہ اتنے شرفا کے درمیان

یہ ہتھکڑی پہن کر بیٹھیں ۔ اس بات کی ضمانت میں دیتا ہوں
کہ یہ فرار ہونے کی قطعاً کوشش نہیں کریں گے۔"
"چلو خیر۔ ٹھیک ہے۔ آگے کہو۔" آئی جی مسکرائے۔
"مون ٹاک کا نام پوری دنیا میں گونجتا ہے۔
کبھی کسی ملک میں اس کا شور مچتا ہے، کبھی کسی
ملک میں۔ جس ملک میں اس کی موجودگی کا پتا چلتا
ہے۔ وہاں کی پولیس فوراً حرکت میں آ جاتی ہے،
لیکن سر توڑ کوشش کے باوجود آج تک مون ٹاک گرفتار
نہیں کیا جا سکا۔ کہا جاتا ہے کہ مون ٹاک پوری دنیا
میں سب سے بڑا سمگلر ہے۔ لیکن وہ کیا سمگل کرتا
ہے۔ کوئی نہیں جانتا۔ ایک مدت سے اس کا
نام سننے میں آ رہا ہے، لیکن اسے گرفتار نہیں کیا
گیا۔ ہاں! اس کی تصاویر ایک دو جگہوں سے پولیس
کے ہاتھ لگی تھیں۔ ان تصاویر کی کاپیاں بنوا کر
پوری دنیا میں بھیج دی گئیں۔ تاکہ جہاں کہیں بھی
مون ٹاک نظر آئے۔ اسے شناخت کرنے کے بعد
گرفتار کر لیا جائے۔ اس کے باوجود ابھی تک اسے
پکڑا نہیں جا سکا۔ یہ تو تھا مون ٹاک کا مختصر سا
جائزہ۔ اب میں اپنے ملک کی طرف آتا ہوں۔

ہمارے ملک میں کبھی مون ٹاک کا نام سننے میں نہیں آیا تھا، لیکن اس مرتبہ ایسا ہو گیا۔ مون ٹاک کا نام سن کر مجھے بہت حیرت ہوئی تھی، کہ وہ یہاں کیا لینے آ گیا ہے، لیکن ساتھ میں جمال آفریدی کا نام سننے میں آیا۔ اور یہ بھی کہ وہ سمگلنگ کے سلسلے میں نہیں۔ بلیک میلنگ کے سلسلے میں یہاں آیا ہے تو حیرت دور ہوئی۔ بہرحال مون ٹاک نے آنے کے بعد پہلا کام یہ کیا کہ مسٹر جمال آفریدی کو دھمکی دی کہ اس کا راز فاش کر دیا جائے گا۔ یہ کہ یہ مون ٹاک کے سرگرم ساتھی ہیں اور سمگلر ہیں، اس کا ثبوت ایک تصویر کی صورت میں مون ٹاک نے بھیجا۔ انھوں نے اس تصویر کو دیکھا تو بہت حیران ہوئے۔ کیونکہ ان کی تصویر مون ٹاک کے ساتھ موجود تھی۔ جب کہ ان کا کہنا یہ تھا کہ انھوں نے کبھی مون ٹاک سے ملاقات نہیں کی۔ لہذا انھوں نے تصویر کو کوئی اہمیت نہیں دی۔ خیال کیا کہ یہ کیمرے کی صفائی ہے اور اس قسم کے کام ماہر قسم کے کیمرہ مین پہلے بھی کرتے رہتے ہیں۔ دوسرا دن ان کے لیے زبردست حیرت لے کر آیا۔ اس دن تصویر کے

ساتھ وڈیو فلم بھی تھی۔ اس فلم میں جمال آفریدی صاحب کو ہوٹل سانگو کی میز پر مون ٹاک کے ساتھ کھانا کھاتے دکھایا گیا تھا۔ اس فلم نے ان کے ہوش اڑا دیے اور یہ میرے پاس بھاگے آئے۔

ادھر ادریس بخاری صاحب کو مون ٹاک کی طرف سے دھمکی آمیز خطوط ملے۔ کہ یہ اپنی کوٹھی خالی کر دیں، یہ میرے گھر آئے، جہاں ان کی ملاقات محمود، فاروق اور فرزانہ سے ہوئی۔ یہ تینوں ان کے ساتھ ان کی کوٹھی کی طرف روانہ ہو گئے۔ وہاں ان کے ساتھ حیرت انگیز واقعات پیش آئے۔ انھیں دس غنڈوں سے ٹکرانا پڑا۔ تہ خانے میں قید ہونا پڑا، میں ان کی تلاش میں نکلا تو معاملہ اور حیرت انگیز ہو گیا۔ اس کوٹھی کے نیچے ایک عدد تہ خانے کے آثار محسوس کر کے میں عمارت بنانے والی فرم یعنی راجا برادرز سے ملا۔ معلوم ہوا۔ کوٹھی کے نیچے نو سال پہلے واقعی تہ خانہ بنایا گیا تھا۔ اس تہ خانے کی کہانی اور بھی عجیب نکلی۔ ہم اُلجھتے چلے گئے۔ راجا برادرز کا کہنا تھا کہ انھیں فون پر ہدایات دی گئی تھیں۔ کہ اس کوٹھی کے نیچے ایک عدد تہ خانہ

بنایا جائے ۔ انھیں ایک بڑا لالچ دیا گیا۔ اس طرح
تہ خانہ بنا دیا گیا ، لیکن کوٹھی کے مالک کو کانوں
کان پتا تک نہ چلا ، لیکن انھوں نے یہی خیال کیا کہ
فون کرنے والے دراصل ادریس بخاری تھے ۔ انھوں
نے پس پردہ رہ کر تہ خانہ بنوایا تھا۔ اسی لیے انھوں
نے کوٹھی کا بل چیک کیے بغیر رقم ادا کر دی تھی،
لیکن یہ بات ادریس بخاری صاحب ماننے کے لیے
تیار نہیں تھے ۔ اس طرح اُلجھنیں بڑھتی چلی گئیں ،
ادریس بخاری لمحہ بہ لمحہ مُجرم بنتے چلے گئے۔ ہمیں ان
کے مجرم ہونے میں کوئی شک نہ رہا۔ ہم نے یہی
نتیجہ نکالا کہ ادریس بخاری نے خود کو بچانے کے
لیے ڈھونگ رچایا تھا۔ ورنہ تہ خانہ انھوں نے خود
ہی بنوایا تھا اور ان دس غنڈوں کا انتظام بھی انھوں
نے ہی کیا تھا۔ تاکہ ان کے ڈرامے میں مصنوعی پن
نظر نہ آتے ۔ اور ہم انھیں مون ٹاک کا ستایا ہوا
سمجھ لیں ۔ لیکن ابھی یہ بات ثابت نہیں ہو سکی
تھی کہ یہ مون ٹاک ہیں یا نہیں ۔ اس بات پر
ہم غور کر رہے تھے کہ اچانک ایک اور خیال آیا۔
اور وہ خیال یہ تھا کہ تصویر اور فلم کمپیوٹر کے ذریعے

بنائی گئی تھیں۔ اور یہ کام کمپیوٹر کا کوئی ماہر ہی کر سکتا تھا۔ بلکہ کمپیوٹر کا ماہر بھی جب تک یہ خیال قائم نہ کرے۔ یہ کام نہیں کر سکتا تھا۔ یہ کام تو کوئی مجرمانہ ذہن کا آدمی اور کمپیوٹر کا ماہر کر سکتا تھا۔ میں نے معلومات حاصل کیں۔ ادریس بخاری نے کبھی بھی کمپیوٹر کورس نہیں کیا تھا۔ کوئی ٹریننگ نہیں لی تھی۔ نہ کمپیوٹر سے ان کا دور کا بھی کوئی واسطہ رہا تھا۔ پھر میں نے راجا برادرز کے بارے میں معلومات حاصل کیں۔ ان کا بھی کمپیوٹر سسٹم سے کوئی خاص تعلق ثابت نہ ہو سکا۔ ہم بہت حیران ہوئے، کوئی ایسا آدمی اس قسم کی تصاویر اور فلم نہیں بنا سکتا، جس کو کمپیوٹر کی وسیع معلومات نہ ہوں۔ میں بھی خود اس کام کو نہیں سمجھ سکا۔ اور پروفیسر داؤد کے پاس گیا۔ پروفیسر صاحب کو بھی اس پر غور کرنا پڑا۔ اور پھر یہ تصویر تیار کرنے میں کامیاب ہو گئے، انھوں نے خان رحمان کی تصویر ایک ایسے آدمی کے ساتھ تیار کی تھی۔ جس سے انھوں نے زندگی میں کبھی ملاقات نہیں کی تھی۔ اس تصویر کے بعد ہم نے یہ جان لیا کہ جمال آفریدی صاحب بالکل بے گناہ ہیں اور یہ

سارا چکر مون ٹاک کا ہی چلایا ہوا ہے، لیکن دوسری طرف ادریس بخاری کی کوٹھی کا معاملہ عجیب و غریب تھا۔ اس کے تہ خانے میں نو سال تک کمپیوٹرز پر کام ہوتا رہا۔ اس قسم کی تصاویر اور فلمیں بنتی رہیں۔ تاکہ بلیک میلنگ کا دھندا زبردست پیمانے پر شروع کیا جائے۔ دراصل یہ دریافت مون ٹاک کے ذہن میں آئی تھی، اس نے سوچا تھا کہ اس طریقے سے تو سمگلنگ سے زیادہ پیسے گھر بیٹھے کمائے جاسکتے ہیں۔ نو سال پہلے جب اس نے یہ تجربہ کیا تو پھر اسے ایسی جگہ کی تلاش ہوئی۔ جہاں یہ تجربات کیے جاسکیں، اس طرح ادریس بخاری کی کوٹھی اس کی نظروں میں آئی، یہ ہے کُل کہانی۔" یہاں تک کہ کر وہ خاموش ہو گئے۔

"کُل کہانی ۔ لیکن آپ نے ابھی تک یہ کہاں بتایا ہے کہ مون ٹاک کون ہے؟"

"ارے ہاں! یہ بات تو رہ گئی۔ اب میں اسی طرف آتا ہوں۔"

انھوں نے چونک کر کہا۔ عین اس وقت میٹنگ روم میں ایک ہلکا سا دھماکا ہوا ---

پریشان کُن نظارہ

دھماکا اس قدر معمولی آواز کا تھا کہ کمرے سے باہر کسی کو خبر تک نہ ہوئی۔ لیکن کمرے میں حالت یہ ہوئی کہ دھوئیں سے پوری طرح بھر گیا اور سب لوگ آن کی آن میں اس دھوئیں میں پوری طرح چھپ گئے۔ نہ صرف چھپ گئے بلکہ تڑا تڑ گرتے اور بے ہوش ہوتے چلے گئے۔ کسی کو کسی کا ہوش نہ رہا۔

پندرہ منٹ بعد دھواں چھٹا، بے ہوش لوگوں کو آہستہ آہستہ ہوش آنے لگا، آخر سب ہوش میں آ گئے، اپنی اپنی کرسیوں پر بیٹھ گئے۔ آئی جی صاحب نے ہر ایک کو ایک ایک نظر دیکھتے ہوئے کہا:

"اس کا مطلب ہے، مجرم فرار ہو گیا ہے۔"

"جی نہیں، وہ فرار نہیں ہوا، اگرچہ اس کی یہ آخری کوشش بہت خوب صورت تھی، دھماکا بہت ہلکا سا

ہوا تھا اور کام پورا، لیکن اس کے باوجود وہ کمرے سے نکل نہیں سکا۔ اس کی وجہ یہ نہیں۔ کہ دھوئیں کا بم مارنے کے بعد وہ خود بھی بے ہوش ہو گیا تھا، جی نہیں۔ وہ ہوش میں رہا تھا، لیکن میری یہ عادت ہے کہ ہمیشہ احتیاطی انتظامات ضرور کرتا ہوں۔ لہذا آج کا احتیاطی انتظام یہ تھا کہ ہال کا دروازہ باہر سے بند رکھا جائے گا، تاکہ اگر کوئی باہر نکلنا بھی چاہے تو نہ نکل سکے، جب تک میں نہ کہوں گا۔ دروازہ نہیں کھولا جائے گا۔ لہذا بم مارنے کے بعد اس نے دروازہ کھلوانے کی کوشش کی ہو گی، لیکن ناکامی اس کے آڑے آئی ہو گی، ہو سکتا ہے، اس نے میری آواز منہ سے نکال کر دروازہ کھلوانے کی کوشش بھی کی ہو۔ لیکن میں نے باہر موجود اپنے خاص آدمی سے ایک کوڈ طے لیا تھا، اب دروازہ صرف اور صرف اس کوڈ کے بولے جانے کے بعد ہی کھل سکے گا۔ یہاں تک کہ اگر میں اس کوڈ کے بغیر دروازہ کھلوانا چاہوں تو نہیں کھلے گا۔"

"ارے باپ رے۔" فاروق نے بوکھلا کر کہا۔

"کک۔ کیوں۔ تمہیں کیا ہوا۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"اگر ابا جان وہ کوڈ بھول گئے تو کیا ہو گا۔" اس نے کانپ کر کہا۔

سب اس کا جملہ سُن کر مسکرا دیئے ۔ انسپکٹر جمشید نے البتہ بُرا سا منہ بنایا اور پھر کہنے لگے :

" خیر ! یہ تو تھی دروازے کی بات اور مجرم کی آخری کوشش کی بات ۔ لیکن نہیں ۔ یہ اس کی بالکل آخری کوشش نہیں ہو سکتی ۔ شاید وہ اس کے بعد بھی کوئی ہاتھ دکھائے گا ۔ لہٰذا ہمیں پوری طرح چوکس رہنا چاہیے ۔"

" تو پہلے آپ اس کا نام کیوں نہیں بتا دیتے ۔ تاکہ پہلے اسے قابو میں کر لیا جائے اور پھر باقی ماندہ کہانی سُنی جائے ۔" محمود نے بے چینی کے عالم میں کہا ۔

" یوں مزا نہیں آئے گا ۔"

" ایک تو جمشید تم مزے کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جاتے ہو ۔" خان رحمان نے جل کر کہا ۔

" کیا کیا جائے ۔ مجبوری ہے ، یہ میری خاص عادت ہے ۔"

" جی کون سی عادت ۔ مزے کے پیچھے ہاتھ دھو کر پڑ جانے کی ؟" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی ۔

" ارے نہیں بھئی ۔ مجرم کے نام کو بالکل آخر میں بیان کرنے کی ۔" وہ مسکرائے ۔

" خیر آپ کی مرضی ۔ لیکن یہ بالکل آخر آخر کب آئے گی ؟" فرزانہ نے مسکرا کر کہا ۔

"بس اب اسی طرف آ رہا ہوں۔ ہاں تو میں کہ رہا تھا کہ اب سوال یہ رہ گیا کہ مون ٹاک کون ہے۔ پہلے آپ مون ٹاک کے کام کی ایک جھلک سُن لیں۔"

"ایک جھلک" محمود نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

"کیوں! اب تمہیں کیا ہوا؟"

"ابا جان نے یہ جملہ بالکل ایسے انداز میں کہا ہے۔ جس انداز میں بعض مصنّف اپنے آیندہ ناولوں کی جھلک پیش کرتے ہیں۔"

"اوہ ہاں۔ واقعی۔ لیکن بھئی۔ تم مہربانی فرما کر ٹانگ نہ اڑاؤ" فرزانہ نے جل کر کہا۔

"مون ٹاک اس وقت پوری دُنیا میں سب سے بڑا سمگلر ہے۔ پوری دنیا کے سمگلروں پر چھایا ہوا ہے۔ ہر مُلک میں اس کا آنا جانا ہے۔ اس کے کام کرنے کا طریقہ اس قدر پُر اسرار ہے کہ آج تک پکڑا نہیں گیا۔ وہ غیر مُلکی نقش و نگار کا مالک ہے۔ آپ لوگ تصویر میں دیکھ ہی سکتے ہیں۔ یہ دیکھیے۔ یہ وہ تصویر ہے۔ جو جمال آفریدی صاحب کو ارسال کی گئی تھی۔"

سب نے تصویر کو دیکھا۔ اس میں جیسے مون ٹاک کو دیکھا۔ وہ واقعی ایک غیر مُلکی چہرہ تھا۔

'اس غیر ملکی چہرے کی تلاش ہر ملک کو ہے۔ یہاں تک کہ ہمارے ملک کو بھی، لیکن آج تک وہ چہرہ گرفتار نہیں ہوا، اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ مون ٹماک ہمیشہ پُر اسرار انداز میں کام کرنے کا عادی ہے۔ آپ نے سُن ہی لیا۔ یہ تصویر والا معاملہ بھی کس قدر پُر اسرار رہا۔ ہم بُری طرح اُلجھ کر رہ گئے اور ادریس بخاری کو پورا پورا مجرم خیال کر بیٹھے۔ وہ تو آخر میں مجھے کمپیوٹر کی مہارت کا خیال آ گیا اور یہ کمپیوٹر سے بالکل ناواقف نکلے۔ اس طرح میں نے اس کیس کا دُوسرے پہلو سے جائزہ لیا اور اصل مجرم تک پہنچا۔ ہاں تو میں کہہ رہا تھا کہ مون ٹماک کا ہر ملک میں آنا جانا ہے، ہر ملک اسے گرفتار کرنے کا خواہش مند ہے، لیکن آج تک اسے ہاتھ تک نہیں لگا سکا۔ آخر کیوں۔ اس کی وجہ صرف اور صرف یہ ہے کہ مون ٹماک اپنا یہ چہرہ کبھی استعمال نہیں کرتا۔"

"جی کیا مطلب۔ یہ چہرہ کبھی استعمال نہیں کرتا۔ یہ کیا بات ہوئی؟" محمود نے حیرت زدہ انداز میں کہا۔

"یہی تو بات ہوئی ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"اگر یہی بات ہوئی ہے تو باقی باتیں کس خانے میں جائیں گی۔" فاروق کے لہجے میں حیرت تھی، پروفیسر داؤد اور

رحمان ہنس پڑے ۔

" یہ بات اس لیے ہوئی ہے کہ مون ٹاک صرف ایک
ہے ۔ جو پوری دنیا میں گونجتا ہے ۔ اس نام کی کوئی
ت نہیں ہے ۔ یہ ایک فرضی نام ہے ۔ جو ہمارے
نے اپنا رکھا ہے ۔ وہ اس نام کو استعمال کرتا ہے
یں کہیں اس جعلی تصویر کا ثبوت بھی چھوڑ دیتا ہے
تمام ملکوں کی پولیس صرف اس شکل اور صورت کے
کو تلاش کرتی رہے ۔ اس کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی
لہ سکے ۔ بلکہ اس کی طرف خیال تک نہ لے جا سکے ۔
کو یہ باتیں عجیب تو نہیں لگ رہیں ؟

" آپ نے کیا کہا ۔ عجیب تو نہیں لگ رہیں ۔ میں تو کہتی
عجیب ترین لگ رہی ہیں " فرزانہ بول اٹھی ۔

" ہوں ! خیر ۔ اب چونکہ مون ٹاک صرف نام کی شخصیت
۔ جسم کی نہیں ۔ اور پولیس جسم کو پکڑتی ہے ، نام کو
۔ اس لیے آج تک مون ٹاک کو گرفتار نہیں کیا جا
۔ اگر تمام ملکوں کی پولیس کو بتا دیا جائے کہ مون
دراصل فلاں شخص کا فرضی نام ہے تو وہ [illegible]
میں گرفتار کیا جا سکتا ہے ۔ کیا خیال ہے آپ [illegible]
بالکل ٹھیک ۔ اب ہمارا ذہن تیزی سے کام کر رہا

ہے ۔ ضرور یہی بات ہے ۔ کہ مون ٹاک آج تک گرفتار نہیں
ہوا۔" آئی جی صاحب بولے ۔
" تب پھر یہ تصویر والا چہرہ کہاں سے آیا ؟"
" یہ ایک فرضی چہرہ ہے ۔ جسے کمپیوٹر پر تیار کیا گیا ہے "
انھوں نے بتایا ۔
" اوہ !" ان کے منہ سے نکلا ۔
" مجھے حیرت صرف یہ ہے کہ مون ٹاک کا مہرا ہمارے
مُلک کے سر جاتا ہے ۔"
" جی کیا فرمایا آپ نے ۔ اس جملے کا کیا مطلب ہوا ؟"
فاروق کے لہجے میں بلا کی حیرت تھی ۔
" مطلب یہ کہ اس کا تعلق ہمارے مُلک سے ہے ۔ اور
مون ٹاک کا اصل نام دراصل مسٹر جمال آفریدی ہے ۔"
" نن ۔ نہیں !!!"
وہ سب کے سب ایک ساتھ چلائے ۔ عین اس وقت
ایک سرد آواز گونجی :
" تم سب ہاتھ اوپر اٹھا دو ۔"

انھوں نے دیکھا۔ مون ٹاک اب ان سب سے الگ کھڑا تھا۔ اس کے ہاتھ میں ایک عجیب وضع کا پستول تھا، اس نے سانپ کی طرح پھنکار کر کہا:

"سن لو۔ اس پستول میں سے اَن گنت گولیاں نکل سکتی ہیں۔ سات آٹھ نہیں۔ لہٰذا تم سب کا کام تمام ہو جائے گا۔"

"چلو اچھا ہے۔ کام تو تمام ہو گا۔ ہمارے تو کام ہی ختم نہیں ہونے میں آتے۔" فاروق نے خوش ہو کر کہا۔

"دماغ تو نہیں چل گیا۔ وہ دوسرے والے کام کی بات کر رہا ہے۔" فرزانہ نے اسے گھورا۔

"ارے باپ رے۔" فاروق نے گھبرا کر کہا۔

"لیکن جمشید۔ تمہیں تو معلوم تھا کہ یہ مجرم ہے، پھر یہ پستول لے کر کس طرح اندر آ گیا؟" ڈی آئی جی صاحب نے کہا۔

"میں دل خوش کرنے کے مجرموں کو بہت مواقع دیتا ہوں۔ لہٰذا یہ پستول اس کے پاس رہنے دیا تھا۔"

"اور اب ۔۔ اب کیا کرو گے؟"

"اس سے درخواست کروں گا کہ اب اس کا کوئی فائدہ نہیں۔ اگر یہ ہم سب کو مار بھی ڈالے گا۔ تو بھی دروازہ

نہیں کھلے گا۔"

"دروازہ تم کھلواؤ گے انسپکٹر جمشید"۔ مون ٹاک نے زہریلے
انداز میں کہا۔

"بھلا وہ کیسے؟"

"ایسے!" اس نے کہا اور آگے بڑھ کر پستول فرزانہ کی
گردن پر رکھ دیا، پھر غرّا کر بولا:

"اب اس کوڈ جملے کو منہ سے ادا کرو۔"

"ادا کر دوں۔ آپ لوگوں کو کوئی اعتراض تو نہیں۔"
انسپکٹر جمشید نے ان کی طرف دیکھا۔ وہ بہت شوخ نظر آ
رہے تھے۔

"ان سے کیا پوچھ رہے ہیں۔ یہ بے چارے کیا بولیں
گے، ان کی تو جان پر بنی ہے۔ تم مجھ سے بات کرو،
میں کہ رہا ہوں، وہ کوڈ جملہ بول دو۔"

"اچھی بات ہے۔ میں جملہ بول رہا ہوں..."

ان الفاظ کے ساتھ ہی مون ٹاک فرزانہ کو ساتھ لیے
دروازے تک آ گیا۔ تاکہ جونہی دروازہ کھلے، باہر نکل جائے۔

"خیال رہے انسپکٹر۔ اگر کسی نے کوئی ذرا بھی حرکت کی
تو یہ بچی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے گی۔"

"بہت اچھا، خیال رہے گا۔ آپ میں سے کوئی کچھ

قسم کی حرکت نہ کریں۔" انسپکٹر جمشید نے ان سب کی طرف دیکھا اور پھر بلند آواز میں بولے:

"کھل جا سم سم۔"

دروازہ فوراً کھل گیا۔

"خبردار۔ تم لوگ ہٹ جاؤ۔ ورنہ فرزانہ کی گردن سے گولی آر پار ہو جائے گی۔" مون ٹاک غرایا۔

"ہاں بھئی۔ ہٹ جاؤ ایک طرف۔" انسپکٹر جمشید نے گھبرا کر کہا۔

دروازے پر موجود سادہ لباس والے گھبرا کر ایک طرف ہٹ گئے۔ مون ٹاک نے ایک قہقہہ لگایا۔ اور نکلا چلا گیا، پھر اس نے اعلان کرنے کے انداز میں کہا:

"خبردار۔ کوئی میرے تعاقب میں نہیں آئے گا۔"

سب دم سادھے کھڑے رہ گئے۔ آخر مون ٹاک اپنی کار میں بیٹھ گیا اور یہ جا وہ جا۔

"یہ کیا ہوا ابا جان؟" محمود نے بھرائی ہوئی آواز میں کہا۔

"ایسا بھی ہوتا ہے۔" وہ مسکرائے۔

"اگر ایسا بھی ہوتا ہے تو پھر آپ مسکرا کیوں رہے ہیں۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"ایسا بھی ہوتا ہے۔" وہ بولے۔

"بہت اچھا! ہم بھی مان لیتے ہیں، ایسا بھی ہوتا ہے۔"
"زیادہ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔"
"بہت بہتر! ہم کم پریشان ہو لیتے ہیں۔" فاروق نے کہا۔
ان حالات میں بھی وہ سب مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔
"تو کیا جمشید۔ تم اس کے پیچھے واقعی نہیں جاؤ گے۔"
"جی نہیں۔ وہ تعاقب کا پورا پورا خیال رکھے گا۔"
"اس طرح تو وہ نکل جائے گا۔ اور اتنا بڑا شکار اگر نکل گیا تو ہمیں زندگی بھر افسوس رہے گا۔"
"افسوس تو رہے گا سر، لیکن کیا کیا جائے۔"
"اس کا مطلب ہے۔ فرزانہ کی زندگی بچانے کے لیے اتنے بڑے مجرم اور ان گنت انسانوں کے قاتل کو نکل جانے دیا جائے۔" ایک آفیسر نے بُرا سا منہ بنایا۔
"میں اس کیس کا انچارج ہوں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔
"تو پھر اس سے کیا ہوتا ہے۔ ہم آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ آپ اپنی بچی کو بچانے کے لیے اس بڑے مجرم کو چھوڑ رہے ہیں۔"
"میں نے عرض کیا نا کہ میں اس کیس کا انچارج ہوں۔"
"یہ جملہ ادا کرنے کا آخر مطلب کیا ہے؟"
"مطلب یہ ہے کہ۔ میں اگر انچارج ہوں تو ذمے داری

بھی میری ہے۔ اور میں ہی اس ذمّے داری کو پورا بھی کروں گا۔"

"کیسے پورا کریں گے، آپ تو یہاں بیٹھے ہیں۔ جب کہ مجرم اس وقت تک نہ جانے کہاں کا کہاں پہنچ چکا ہو گا۔" ایک اور آفیسر بولے۔

"تب بھی آپ کو فکر مند نہیں ہونا چاہیے۔ اس لیے کہ ذمے داری میری ہے۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"پتا نہیں آپ کے ذہن میں کیا ہے۔"

"جمشید۔ اب تو میں بھی اُلجھن محسوس کر رہا ہوں۔" پروفیسر داؤد بولے۔

"اور میں بھی۔" خان رحمان نے کہا۔

"ضرور محسوس کریں۔ صحت کے لیے بہت مفید ہے۔"

"آخر ہم اب یہاں کس لیے بیٹھے ہیں۔ مجرم اڑنچھو ہو چکا ہے۔" ایک نے اُٹھتے ہوئے کہا۔

"ابھی اس کیس کا آخری سین باقی ہے۔ اگر آپ آخری سین دیکھے بغیر چلے جانا چاہتے ہیں تو ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔"

"کیا مطلب؟" کئی آوازیں اُبھریں۔

"میرا مطلب ہے۔ تھوڑی دیر اور ٹھہر جائیں۔"

"تھوڑی دیر اور ٹھہرنے سے کیا ہو جائے گا۔" ایک نے جلے کٹے انداز میں کہا۔

"اچھی بات ہے۔ آپ میں سے جو جانا چاہیں، جا سکتے ہیں۔" انھوں نے کہا۔

چار آفیسر منہ بناتے ہال سے نکل گئے۔

"اس کا مطلب ہے۔ باقی لوگ آخری سین دیکھے بغیر جانا پسند نہیں کریں گے۔"

"ہاں جمشید۔ کوئی تو وجہ ہے کہ تم اتنے پُرسکون بیٹھے ہو۔" آئی جی بولے۔

"شکریہ سر۔" انھوں نے کہا۔

ٹھیک آدھ گھنٹے بعد دروازے کی طرف بہت سے قدموں کی آوازیں سنائی دیں۔ ان کی نظریں اٹھ گئیں۔ انھوں نے دیکھا، فرزانہ چلی آ رہی تھی اور اس کے پیچھے مون ٹاک چلا آ رہا تھا۔

"ہائیں! یہ کیا۔" خان رحمان نے حیران ہو کر کہا۔

"جانے کا نظارہ کر چکے۔ اب ان کے آنے کا نظارہ بھی کر لیں۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"جانے کا نظارہ جس قدر پریشان کُن ہے۔ آنے کا اتنا ہی حیران کُن ہے۔"

"آخر یہ سب کیا ہے۔ اب یہ حضرت خود بخود کیسے چلے آ رہے ہیں؟"

" یہ بات ذہن میں آ گئی ہو گی کہ پولیس سے بھاگ کر کہاں جاؤں گا۔" فاروق مسکرایا۔

" یہ سمگلر لوگ خود تو گرفتار ہو جاتے ہیں ۔ یہ کبھی نہیں بتاتے کہ ان کا اڈا کہاں ہے ۔ سمگلنگ کس مقام سے کی جاتی ہے۔ مجھے بھی مون ٹاک کا یہاں کا اڈا معلوم نہیں تھا، لہٰذا یہ چال چلی گئی ۔ فرزانہ کو پہلے ہی اس کے نزدیک بٹھایا گیا تھا اور آتے وقت کسی مہمان کی بھی تلاشی نہیں لی گئی تھی۔ فرزانہ کی جیب میں ایک آلہ رکھ دیا گیا تھا ۔ تاکہ جس طرف بھی اسے لے جایا جائے۔ ہمارے آدمیوں کو اشارہ ملتا رہے ۔ اس طرح نظروں سے اوجھل رہ کر تعاقب کیا گیا ۔ مون ٹاک سیدھا اپنے اڈے پر پہنچا۔ وہاں سے ہی یہ ملک سے فرار ہونے کا منصوبہ تیار کر سکتا تھا ۔ لیکن اس آلے کے اشاروں کی مدد سے سادہ لباس والے اسی وقت اس کے سر پر پہنچ گئے اور اس طرح ہم نے نہایت آسانی سے اس کے اڈے کا بھی پتا چلا لیا اور مجرم ہمارے گھر کا گھر میں رہ گیا ۔ تھوڑی دیر کے لیے گیا ضرور، لیکن کچے دھاگے سے بندھے چلے آئے سرکار۔ کہیے کیسی رہی؟"

" بہت خوب جمشید ۔ بلکہ بہت ہی خوب۔" آئی جی صاحب نے پُرجوش انداز میں کہا۔

" واقعی ۔ بہت ہی خوب صورت ترکیب تھی ، مزا آ گیا۔"

" وہ چار آفیسر ۔ بے چارے اس مزے سے محروم رہ گئے۔"
فاروق نے افسوس زدہ انداز میں کہا۔

" کوئی بات نہیں ۔ صبح کا اخبار مزے لے کر پڑھ لیں گے۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

" اس کا مطلب ہے ۔ کیس ختم۔" محمود نے کہا۔

" اب یہ بے چارہ نئے سرے سے تو شروع ہونے سے رہا۔" فاروق نے اسے گھورا۔

" کک ۔ کون بے چارہ ؟" پروفیسر داؤد بے خیالی کے عالم میں بولے ۔

اور سب کے چہروں پر مسکراہٹیں تیر گئیں ۔

فائدے کی بات

- اس ماہ آپ نے "موت ٹاک"، "انسانی روبوٹ"، "ملاشا کا زلزلہ"، "ارسلان کی واپسی" اور "چاند ستارے کا جمشید نمبر" پڑھے —
- آئندہ ماہ آپ "تراب کے جلاد" قیمت ۱۸ روپے، "ہیڈکوارٹر کی تلاش" قیمت ۱۸ روپے، "جھیل کی موت" قیمت ۴۵ روپے، "پُراسرار قوتیں" قیمت ۹ روپے، "آدھے جاسوس" قیمت ۱۶ روپے اور "اپریل ۹۱ء کا چاند ستارے" قیمت ۱۰ روپے پڑھیں گے —
- ان تمام کتب کی قیمت ۱۱۶/۰۰ روپے بنتی ہے —
- آپ صرف ۸۰/۰۰ روپے ارسال کر کے یہ کتب گھر بیٹھے حاصل کر سکتے ہیں —
- اس طرح آپ ۳۶/۰۰ روپے بچا سکتے ہیں —
- آپ منی آرڈر، پوسٹل آرڈر، بنک ڈرافٹ اور ڈاک ٹکٹ درج ذیل پتے پر ارسال کریں :

اشتیاق احمد

ڈی ۶/۸ سٹیلائٹ ٹاؤن، جھنگ